لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

وفا ۱۳۹۰ ہش
جولائی ۲۰۱۱ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيَّ

لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا؟

قَالَ: قُوْلِي:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ
تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

Muslim for Loyalty Conference
Hosted by Ahmadiyya Muslim Community Indiana Chapter

Hadhrat Abdul Ghani Karak Sahib *ra*

Memorial Day Ceremony, City of Hallandle Beach, FL

Exhibition of the Holy Scriptures, Organized by AMC, Minnesota Chapter

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)

النـــور

جولائی 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ O

(الانعام:103)

یہ ہے اللہ تمہارا ربّ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اُسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 62}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرۃ:186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کیلئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بناء پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا :

اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں روزوں کا حکم دیا تو پہلے یہ فرمایا کہ روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں اور پھر یہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد کی جو آیات ہیں ان میں پھر بعض اور احکام جو رمضان سے متعلق ہیں وہ دیئے۔ اور یہ واضح فرما دیا کہ روزے رکھنا اور عبادت کرنا صرف یہی کافی نہیں ہے، بلکہ اس مہینے میں قرآن کریم کی طرف بھی تمہاری توجہ ہونی چاہیئے۔ اس کے پڑھنے کی طرف تمہاری توجہ ہونی چاہیئے۔ روزوں کی اہمیت اس لئے ہے اور اس لئے بڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں انسان کامل پر اپنی آخری اور کامل شریعت نازل فرمائی جو قرآن کریم کی صورت میں نازل ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور دعاؤں کے اسلوب تمہیں اس لئے آئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں وہ طریق سکھائے جس سے اس کا قرب حاصل ہو سکتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس کتاب کو پڑھنا بھی بہت ضروری ہے۔ رمضان میں اس کی تلاوت کرنا بھی ضروری ہے تا کہ سارا سال تمہاری اس طرف توجہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کے آخری رمضان میں جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کروایا۔ پس اس سنت کی پیروی میں ایک مومن کو بھی چاہیئے کہ دو مرتبہ قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر دو مرتبہ تلاوت نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک مرتبہ تو خود پڑھ کر کریں۔ پھر درسوں کا انتظام ہے۔ تراویح کا انتظام ہے، اس میں (قرآن) سنیں۔ بعض کام پہ جانے والے ہیں کیسٹ اور CDs ملتی ہیں ان کو اپنی کاروں میں لگا سکتے ہیں، سفر کے دوران سنتے رہیں۔ اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ قرآن کریم پڑھا اور سنا جا سکے، اس مہینے میں پڑھنا چاہیئے اور سننا چاہیئے۔

اور پھر صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کے اندر بیان کردہ احکامات کی تلاش کرنی چاہیئے۔ پھر سارا سال اُن تلاش شدہ احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پھر ان حکموں کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تبھی رمضان کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور روزوں اور عبادتوں کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہیں پتہ کہ جو کام کر رہا ہوں اس کا مقصد کیا ہے اور کیوں خدا تعالیٰ نے احکامات دیئے ہیں تو ان اعمال کے حق ادا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اعمال کا بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ کیا کرنا ہے۔ اگر صرف یہی سنتے رہیں کہ تقویٰ پر چلو اور اعمال صالحہ بجا لاؤ اور یہ پتہ نہ ہو کہ تقویٰ کیا ہے اور اعمال صالحہ کیا ہیں تو یہ تو دیکھا دیکھی ایک نظام چل رہا ہے رمضان کے دنوں میں یا عام تقریریں سن لیں، آگے چلے گئے، خطبات سن لئے، چلے گئے۔ ایک کام تو ہو رہا ہوگا لیکن اس کی روح کا پتہ نہیں چلے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (البقرۃ:122) یعنی وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یعنی غور بھی باقاعدگی سے ہو۔ اور غور بھی اچھی طرح ہو تلاوت میں بھی باقاعدگی رہے اور پھر جو پڑھا یا سنا اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو۔

(خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 4 ستمبر 2009)

---- احادیثِ مبارکہ ----

حَدَّثَنَا أَبُوْهُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَ ةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِأَبِيْ وَأُمِّي يَارَسُوْلَ اللهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَ ةِ مَاتَقُوْلُ قَالَ أَقُوْلُ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ۔

(صحیح بخاری جلد2 کتاب الاذان صفحہ 144)

حضرت ابو ہریرہؓ نے ہمیں بتایا، کہا: رسول اللہ ﷺ تکبیر اور اقامت کے درمیان کچھ خاموش رہتے۔ (ابو زرعہ) کہتے تھے: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: تھوڑی دیر تک۔ تو میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ (آپؐ پر) قربان۔ تکبیر اور قرأت کے درمیان آپؐ جو خاموش رہتے ہیں آپؐ کیا پڑھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں کہتا ہوں: الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنی دوری ڈال دے جتنی دُوری تو نے مشرق اور مغرب میں ڈالی ہے۔ الٰہی مجھے خطاؤں سے ایسا پاک وصاف کر دے۔ جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے۔ الٰہی میری خطائیں پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَّا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ۔

(صحیح بخاری جلد2 کتاب الاذان صفحہ 54)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بوجھل اور کوئی نماز نہیں اور اگر وہ جانتے کہ ان میں کیا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں میں آتے۔ اگر چہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے ہی۔ میرے دل میں آیا کہ میں مؤذن سے کہوں کہ وہ نماز کیلئے اقامت کی تکبیر کہے۔ پھر میں ایک شخص سے کہوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے۔ پھر میں انگارے لوں اور ان کے مکانوں کو آگ لگا دوں جو ابھی تک نماز کیلئے نہیں نکلے۔

ارشاداتِ عالیہ بانئ جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر روزہ کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر بھی اسے صحت پانے پر ماہ رمضان کے گزرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرۃ:185) جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ ماہ رمضان کے بعد کے دنوں میں روزے رکھے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے انہی ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔ بعد کے روزے اس پر بہرحال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ امر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کا وہ حکم جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔۔۔ صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہوسکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ تیری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی۔ خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حج۔ اسلامی دشمن کا ذبّ اور دفع خواہ سیفی ہو خواہ قلمی۔ یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہیئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہیئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 320)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سایہ بھی ہوجائے ہے اوقاتِ ظُلمت میں جُدا   پر رہا وُہ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار

اس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی   گر نہیں باور نظیریں اس کی تم لاؤ دو چار

پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر   اُس مُہیمن سے ڈرو جو بادشاہِ ہر دو دار

یہ کہاں سے سُن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو   کچھ نہیں تم پر عقوبت گو کرو عصیاں ہزار

نعرۂ اِنَّـــا ظَـلَـمْـنَـا سُنّتِ اَبرار ہے   زہر مُنہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہونسلِ مار

جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں   دل کو جو دھووے وہی ہے پاک نزدِ کردگار

اپنے ایماں کو ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھنا   مجھ کو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہلِ نار

گر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے   وہ مری ذِلّت کو چاہیں پارہا ہوں میں وقار

کیا بگاڑا اپنے مکروں سے ہمارا آجتک   اژدھا بَن بَن کے آئے ہوگئے پھر سُو سمار

اے فقیہو عالمو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں   یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحابؓ رسولؐ اللہ نے   اُس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

خطبہ جمعہ

رمضان کے آخری عشرہ میں ایک ایسی رات آتی ہے جولیلۃ القدر کہلاتی ہے یعنی ایسی رات جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص نظر اپنے مخلص بندوں پر پڑتی ہے

اگر کسی کو یہ خیال آجائے کہ مجھے لیلۃ القدر میسر آگئی جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس لئے اب مجھے عبادت کی ضرورت نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔

ہمارے دشمن اپنے زعم میں ہم پر دن رات تنگیاں وارد کرنے کی کوشش کررہے ہیں اللہ کرے کہ یہ تنگیاں لیلۃ القدر کا سامان لے کر آئیں اورپھر ہم مطلع الفجر کا وہ نظارہ دیکھیں جو ہمیشہ کی سلامتی اور فتوحات کی صورت میں ظاہر ہو۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 27/اگست 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○ (سورة القدر)

سورۃ قدر جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا ہے۔ اور تجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ بکثرت نازل ہوتے ہیں اُس میں فرشتے اورروح القدس اپنے ربّ کے حکم سے۔ ہر معاملہ میں سلام ہے۔ یہ سلسلہ طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ چند دن تک ہم رمضان کے آخری عشرہ میں داخل ہوں گے جس کے بارہ میں روایات میں آتا ہے کہ اس میں ایک رات ایسی آتی ہے جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔ یعنی ایسی رات جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص نظر اپنے مخلص بندوں پر پڑتی ہے۔ جب ان کی خاص روحانی کیفیت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور قرب کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مسلمان رمضان کے آخری عشرہ کو عام طور پر بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ عموماً نمازوں، تراویح اور باقی نیکی کے کاموں میں بھی بہت سے ایسے لوگ جو رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرہ میں زیادہ توجہ نہیں دیتے، آخری عشرہ میں نسبتاً بہتر حالت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جماعت میں بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں جو یہ رجحان رکھتے ہیں اور اس عشرہ میں تہجد اور نوافل کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے اور اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس عشرہ میں ایک رات ہے جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے، ایسی رات جو بڑی اہمیت کی حامل رات ہے۔ لیکن اگر صرف ہم اس آخری عشرے کے لئے ہی کوشش کریں اور باقی سارا سال کوئی ایسی کوشش نہ ہو تو کیا یہ چیز ایک انسان کو حقیقی مومن اور عابد بنا سکتی ہے؟ دیکھو خدا تعالیٰ تو دوسری جگہ پر کہتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا مقصد اس کی عبادت کرنا ہے۔ یہ بات کہ صرف ایک رات میں عبادت کرلو یا ایک رات کی تلاش میں دس دن عبادت کرلو تو تمہاری ساری زندگی کی

عبادتیں پوری ہو جائیں گی، ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے دور لے جائے گی کہ تمہارا مقصدِ پیدائش عبادت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے رہنا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ زِرّ بن حُبَیش کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے بھائی ابنِ مسعود کہتے ہیں کہ جو سارا سال عبادت کرے، وہ لیلۃ القدر کو پائے گا۔ انہوں نے کہا اللہ ان پر رحم کرے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگ صرف اسی ایک رات پر تکیہ نہ کرلیں ورنہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ رات رمضان میں آتی ہے اور یہ کہ آخری عشرہ میں آتی ہے۔

(مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلة القدر... حدیث نمبر 2777)

صحابہ تو اس بات کی گہرائی سے واقف تھے کہ صرف آخری عشرہ کی عبادتیں لیلۃ القدر دیکھنے کا باعث نہیں بن جاتیں بلکہ انسان کو اپنے مقصدِ پیدائش کو سامنے رکھتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے بندوں کی تسلی کے لئے ان کو اپنے خاص فضل سے نوازتے ہوئے ان سے اپنے قرب کا اظہار کرنے کے لئے وہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے، وہ حالت پیدا کر دیتا ہے جس میں ایک عابد بندے کو یہ خاص رات میسر آ جاتی ہے۔ اور ایک عجیب روحانی کیفیت میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک مومن سے اس کے ایمانی عہد اور بندگی کے عہد کو پورا کرنے پر جس میں ہر لحہ ایک مومن کے عمل میں ترقی نظر آتی ہے اور آنی چاہئے۔ اور رمضان کے روزے اور قرآنِ کریم کی تلاوت اور اسے سمجھنا، اور عبادتوں کے معیار اس لئے بلند کرنے کی کوشش کرنا کہ رمضان میرے معیارِ عبودیت اور بندگی کو مزید بڑھائے گا ایک خاص رات رکھی ہے۔ ایک کوشش اور شوق کے ساتھ بلند معیار حاصل کرنے کے لئے مومن جب جُت جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے پر بے انتہا مہربان ہے، جو اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ بندہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے میرے ان الفاظ کو سامنے رکھ کر کہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ مجھ سے دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نہ صرف اس کی دعا سنتا ہوں بلکہ رمضان کے آخری عشرہ میں جو مَیں نے اپنے بندوں کے لئے ایک لیلۃ القدر کے پانے کا کہا ہے وہ بھی عطا کرتا ہوں۔ آسمان سے اتر کر بندوں کے قریب تر آ جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آج کی رات تم مانگو مَیں تمہیں عطا کروں گا۔ پس جب بندہ اپنا عہد پورا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قبولیت دعا بلکہ روحانی مقام میں اضافے کے وعدے کو پورا فرماتا ہے۔ ہمارا خدا یقیناً سچے وعدوں والا خدا ہے۔ اگر کبھی کہیں کمی ہے تو ہمارے عملوں میں، ہماری کوششوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر سال رمضان کا مہینہ اور اس مہینے میں یہ دس دن رکھ کر جن میں ایک رات لیلۃ القدر ہے جو بندے کو خدا تعالیٰ کا قرب دلانے کی انتہا ہے، بھیجتا ہے تو پھر بندے کو اس ایک رات کی تیاری کے لئے کتنی کوشش کرنی چاہئے؟ جس کو یہ ایک رات میسر آ جائے اس کو خدا تعالیٰ کی نظر میں جو مقام ملتا ہے وہ تمام زندگی کی عبادتوں کے برابر ہے۔ یعنی یہ ایک رات اس کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ اس کی شخصیت وہ نہیں رہتی جو پہلے تھی اور یہی حالت ہونی چاہئے۔ ورنہ تو اس ایک رات کا حق ادا نہیں ہوگا۔ ایک مومن کی تو شان ہی یہ ہے کہ اس کی روحانی حالت بہتری کی طرف ہمیشہ جاری رہے۔

اگر کسی کو یہ خیال آ جائے کہ مجھے لیلۃ القدر میسر آ گئی جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اس لئے اب مجھے عبادت کی ضرورت نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی چاٹ ایک مومن کو پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا عابد اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والا بناتی ہے۔ پس جب یہ صورت پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا ایک جاری فیض شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر کہتا ہے کہ مَیں تمہاری دعائیں سنا کروں گا۔ تم نے میرا قرب پانے کی کوشش کی ہے، قدم اٹھایا ہے اور جدوجہد کی ہے، تم نے اپنے عہد کا پاس کیا ہے، اس کی نگہداشت کی ہے، اب اگر تم یہ عمل جاری رکھو تو مَیں بھی تمہیں نوازتا رہوں گا۔ یعنی بندہ جب رمضان میں روحانی معیار بلند کرنے کی کوشش کرے گا تو خدا تعالیٰ لیلۃ القدر کے نظارے دکھا کر اپنے قریب کرتا چلا جائے گا۔ ایک مومن کی اپنی ذات کے لئے لیلۃ القدر کا صحیح ادراک پیدا کرنے کے لئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقتِ اصفٰی ہے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 536 مطبوعہ ربوہ)

یعنی جب وہ بالکل پاک صاف ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہو جائے۔ پس یہ حالت پیدا کرنے کی کوشش ہی لیلۃ القدر کا فیض پانے والا بناتی ہے۔ اور رمضان کا مہینہ یہی روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے آتا ہے۔ اگر ہم اس کی قدر کریں گے تو لیلۃ القدر پالیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں گے۔

جیسا کہ مَیں نے ایک روایت بیان کی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ اس بارہ میں بعض اور احادیث مَیں نے لی ہیں۔ مَیں وہ بیان کرتا ہوں جس سے اس آخری عشرہ کی اہمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اہتمام کے بارہ میں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح آپ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے اور رات بھر جاگتے رہتے۔

(بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان حدیث نمبر 2024)

(یعنی نیند بہت کم ہوتی۔سوتے تو تھے لیکن بہت کم نیند ہوتی)۔اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

پس اس حدیث میں یہ واضح ہے کہ آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود اپنی عبادت میں پہلے سے کئی گنا بڑھ جاتے تھے۔جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام دنوں کی عبادتوں کی لمبائی اور خوبصورتی کا تو ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند عائشۃؓ جلد 8صفحہ 106 حدیث نمبر 24950 مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1998)

یہ بھی حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ جواب دیا تھا،تو اس عشرہ میں کیا حالت ہوتی ہوگی۔یہ تصور سے بھی باہر ہے۔اور پھر جو انعامات کی اور فضلوں کی بارش خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی جو بارش اس عشرہ میں ہوتی ہے جس کا سب سے زیادہ فہم و ادراک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تھا۔تو آپ یہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ میرے اہلِ خانہ اس سے محروم رہیں۔اس لئے آپ ان کو بھی اٹھاتے اور پھر جو روحانی حالت اور کیفیت ہوتی ہوگی اس کا اندازہ بھی یقیناً عجیب ہوتا ہوگا۔پس یہ نمونہ آپؐ نے ہمارے لئے قائم فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ یہ حالت اپنے اور اپنے گھروں میں پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے بنیں۔

یہی کیفیت ہے جسے ہم جب اپنے پر طاری کریں گے تو ہماری مغفرت کے سامان بھی ہو رہے ہوں گے اور حقیقی مومن بھی کہلا سکیں گے۔چند اور روایات میں اس حوالے سے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔آپؐ نے فرمایا کہ:

جو بحذ بہء ایمان رضائے الٰہی کی غرض سے ماہِ رمضان میں روزے رکھے،تو اس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں ان کی مغفرت کی جائے گی۔اور جو لیلۃ القدر میں جوشِ ایمان میں رضائے الٰہی کی غرض سے رات کو اٹھے تو اس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں ان کی مغفرت کی جائے گی۔

(صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر حدیث نمبر 2014)

پس رمضان کے روزے بھی ایمان میں مضبوطی اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے مشروط ہیں ورنہ بھوکا رہنے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی غرض نہیں ہے اور لیلۃ القدر بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول سے مشروط ہے۔خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے۔صرف دنیاوی اغراض سے کہ لیلۃ القدر مجھے مل جائے تو میں یہ دعا کروں گا کہ میرے دنیاوی مقاصد پورے ہو جائیں۔تو یہ غرض نہیں۔نیکیوں کے حصول کی کوشش ہونی چاہئے۔بلکہ سب سے مقدم دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔اس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے پھر ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح توجہ دلائی ہے۔

عقبہ جو حُــرَیْــث کے بیٹے ہیں سے روایت ہے،وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو(آپ کی مراد لیلۃ القدر سے تھی)اگر تم میں سے کوئی کمزور ہو جائے یا عاجز رہ جائے۔تو وہ آخری سات راتوں میں ہرگز مغلوب نہ ہو جائے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر... حدیث نمبر 2765)

پس دیکھیں،یہ کس قدر تاکید ہے کہ اگر کسی وجہ سے رمضان سے فیض نہیں بھی اٹھا سکے اور یہ خواہش رکھتے ہو کہ حقیقی مومن بنو تو اس عشرہ یا سات دن میں ہر عذر کو دور پھینکو اور اپنی راتوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت میں اس طرح گزارو جو عبادت کا حق ہے۔جس کا نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش فرمایا۔یہی کوشش ہے جو تمہاری روحانی ترقیات کا باعث بنے گی۔اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والی بنے گی۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔سالم بن عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ان کے والد صحابی تھے(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے بعض کو وہ(آخری عشرہ کی)پہلی سات راتوں میں دکھائی گئی ہے اور تم میں سے بعض کو آخری سات راتوں میں دکھائی گئی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر... حدیث نمبر 2764)

پس اس حدیث سے پہلی حدیث کی وضاحت ہوگئی کہ صرف آخری سات راتیں نہیں بلکہ عشرہ ہے کیونکہ کوئی معین دن نہیں ہے۔ہوسکتا ہے بعض صحابہ نے پہلی سات راتوں میں دیکھی ہو اور بعض صحابہ نے آخری سات دنوں میں۔لیکن یہ بھی روایت میں ملتا ہے کہ طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر... حدیث نمبر 2763)

بہر حال جو بھی دیکھتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے۔ لیلۃ القدر سے گزرنے کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی قدر کرنا بھی ضروری ہے اور وہ اسی طرح ہوگی کہ پھر انسان میں ایک ایسی تبدیلی آئے جو روحانی ترقی کی طرف ہر آن لے جاتی رہے اور بڑھاتی رہے۔ یہ باتیں جو مَیں نے بیان کی ہیں، یہ لیلۃ القدر کا ایک پہلو ہے جس میں حدیثوں کی رو سے رمضان کے آخری عشرے کے طاق دنوں میں خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے اترنے کی ایک رات کا ذکر ہے۔ جس کے بارہ میں قرآنِ کریم فرماتا ہے، جیسا کہ مَیں نے سورۃ قدر تلاوت کی کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اور ہزار مہینے تقریباً 83 سال سے اوپر بنتے ہیں۔ یعنی اگر یہ رات میسر آ جائے تو انسان کی زندگی بھر کی دعائیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک مومن کی بہتری کے لئے ہیں وہ قبول ہو جاتی ہیں۔ انسان بہت ساری دعائیں کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بہتر نہیں ہوتیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہوں تو مومن جب خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر مومن کا فائدہ دیکھتے ہوئے اس کے لئے وہ دعائیں قبول فرماتا ہے۔ یا مومن کو وہ معیار حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے روحانی معیار کو بلند کرتا ہے۔ ملائکہ کا نزول ایک مومن کے تعلق باللہ میں ایک انقلاب پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اور ایک رات کی عبادت ساری زندگی کی عبادتوں کے برابر ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے مقصدِ پیدائش کو پا لیتا ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا جب ایک دفعہ پا لیا تو پھر اسے پاتے چلے جانے کی جستجو اور کوشش میں ایک مومن لگا رہتا ہے۔ پس یہ رات ہے جس کی ایک مومن کی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔

لیکن اس کے اور بھی بڑے وسیع معنے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا اس سورۃ سے ظاہر ہے اس سورۃ میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کہ ہم نے اسے قدر والی رات میں اتارا ہے۔ کس چیز کو قدر والی رات میں اتارا ہے؟ وہ یہ مکمل اور کامل شریعت ہے جو قرآنِ کریم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ یہ ایک تو رمضان میں قرآنِ کریم کے نازل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:186) کہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآنِ کریم اتارا ہے اور اس رمضان میں وہ لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ حدیث نمبر 4997)

پس مختصر یہ کہ رمضان کے مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا اور جیسا کہ روایات سے پتہ چلتا ہے، اس مہینے میں جبرئیل علیہ السلام اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دہرائی بھی کروایا کرتے تھے۔

پھر اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ زمانے کی ضرورت اس بات کی متقاضی تھی کہ کوئی کامل ہدایت اترے کیونکہ وہ ایک اندھیرا زمانہ تھا جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کہ خشکی اور تری میں فساد برپا تھا۔ پس وہ زمانہ جس میں یہ فساد برپا تھا تقاضا کر رہا تھا کہ ہدایت آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی اس اہمیت کی وجہ سے جو خشکی اور تری میں فساد برپا تھا جس کی نظیر نہ پہلے زمانوں میں ہوتی تھی نہ بعد کے زمانے میں ملتی ہے۔ اس لئے کامل ہدایت کی ضرورت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل کتاب نازل فرمائی جس کا قرآنِ کریم میں دوسری جگہ اس طرح ذکر ملتا ہے۔ سورۃ دخان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ (الدخان:2-6)

صاحبِ حمد اور صاحبِ مجد۔ حٰمٓ کا مطلب ہے صاحبِ حمد اور صاحبِ مجد۔ قسم ہے اس کتاب کی جو کھلی اور واضح ہے۔ یقیناً ہم نے اسے ایک بڑی مبارک رات میں اتارا ہے۔ ہم بہرصورت انذار کرنے والے تھے۔ اس (رات) میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ایک ایسے امر کے طور پر جو ہماری طرف سے ہے۔ یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے ہیں۔ رحمت کے طور پر تیرے ربّ کی طرف سے۔ بے شک وہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پس یہ مبارک زمانہ اور مبارک رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر رحم فرماتے ہوئے کھلی، واضح، روشن اور ہدایت سے پُر کتاب اس انسانِ کامل پر اتاری جو انسانیت کی ہدایت کے لئے بے چین تھا۔ جو چاہتا تھا کہ بندہ اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جھکے بجائے اس کے کہ بتوں کی پوجا کرے۔ جو چاہتا تھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ جو واحد و یگانہ ہے اسے تمام طاقتوں کا مالک اور بخشنہار سمجھے بجائے اس کے کہ ایک عاجز انسان کو خدا کا بیٹا بنا کر اس کی موت کو اپنی نجات کا ذریعہ بنا لے۔ وہ کامل رسول چاہتا تھا کہ انسان ظلموں سے بچے اور جہاں خدا تعالیٰ کے حق ادا ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے بھی حق ادا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس انسانِ کامل کی دعاؤں کو سنا اور انسانِ کامل پر قرآنِ کریم کی کامل شریعت اتاری۔ وہ کامل کتاب اتاری جو نہ صرف

چودہ سو سال پہلے کے اندھیرے زمانے میں ہدایت کا موجب بنی بلکہ تا قیامت اب اس کامل کتاب نے ہر اندھیرے کو دور کرنے کا باعث بننا ہے۔ اور اس رسول نے اب تا قیامت خاتم الانبیاء اور آخری شرعی نبی رہنا ہے۔ اور جب بھی خدا تعالیٰ کے بے چین اور پریشان بندے زمانے کی تاریخ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کے آگے جھکیں گے اور چلائیں گے تو اللہ تعالیٰ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم (کہ بے شک وہی بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے) کے قول کو پورا کرتے ہوئے بندوں کی تسلی کے لئے سامان پیدا فرماتا ہے۔ فرمائے گا۔ اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے عاشقِ صادق کو آپؐ کی غلامی میں بھیجا ہے۔ اس غلامِ صادق اور مسیح و مہدی نے ایک جگہ لیلۃ القدر کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''ایک نہایت لطیف نکتہ جو سورۃ القدر کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس سورۃ میں صاف اور صریح لفظوں میں فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں۔ پس ان آیات کے مفہوم سے یہ جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر سخت ضلالت اور غفلت کے زمانہ میں یک دفعہ ایک خارق عادت طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں۔ اور وہ حرکت حسبِ استعداد و طبائع دو قسم کی ہوتی ہے۔ حرکتِ تامّہ اور حرکتِ ناقصہ۔ حرکتِ تامّہ وہ حرکت ہے جو روح میں صفائی اور سادگی بخش کر اور عقل اور فہم کو کافی طور پر تیز کر کے رُو بحق کر دیتی ہے۔ اور حرکتِ ناقصہ وہ ہے جو روح القدس کی تحریک سے عقل اور فہم تو کسی قدر تیز ہو جاتا ہے۔ مگر بباعث عدمِ سلامت استعداد کے وہ رُو بحق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مصداق اس آیت کا ہو جاتا ہے کہ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۚ (البقرۃ:11) یعنی عقل اور فہم کے جنبش میں آنے سے پچھلی حالت اس شخص کی پہلی حالت سے بدتر ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تمام نبیوں کے وقت میں یہی ہوتا رہا کہ جب ان کے نزول کے ساتھ ملائک کا نزول ہوا تو ملائک کی اندرونی تحریک سے ہر یک طبیعت عام طور پر جنبش میں آ گئی۔ تب جو لوگ راستی کے فرزند تھے وہ ان راستبازوں کی طرف کھنچے چلے آئے اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خوابِ غفلت سے جاگ تو اٹھے اور دینیات کی طرف متوجہ بھی ہو گئے لیکن بباعث نقصان استعداد حق کی طرف رخ نہ کر سکے۔ سو فعل ملائک کا جو ربانی مصلح کے ساتھ اترتے ہیں، ہر یک انسان پر ہوتا ہے۔ لیکن اس فعل کا نیکوں پر نیک اثر اور بدوں پر بد اثر پڑتا ہے۔۔۔ اور جیسا کہ ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ہیں یہ آیتِ کریمہ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۚ (البقرۃ:11)۔ اسی مختلف طور کے اثر کی طرف اشارہ کرتی ہے''۔

فرمایا:

''یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے جس میں وہ نبی اور وہ کتاب جو اس کو دی گئی ہے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جو کچھ انسانوں میں دلی اور دماغی قویٰ کی جنبش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ سعیدوں کے عقلی قویٰ میں کامل اور مستقیم طور پر وہ جنبشیں ہوتی ہیں اور اشقیاء کے عقلی قویٰ ایک کج اور غیر مستقیم طور سے جنبش میں آتے ہیں۔ اور جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں۔ بلکہ اسی زمانہ سے کہ وہ نائب رحمِ مادر میں آوے، پوشیدہ طور پر انسانی قویٰ کچھ کچھ جنبش شروع کرتے ہیں اور حسبِ استعداد اُن میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس نائب کو نیابت کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے۔

پس نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت اس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے یا یوں کہو کہ اس کا ایک ظل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیتِ کریمہ ہے کہ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ (الدخان:5) یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے، ہر یک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دی جائیں گی اور انواع و اقسام کے علومِ غریبہ و فنونِ نادرہ و صناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے۔ اور انسانی قویٰ میں موافق ان کی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل کے جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں یا جہاں تک وہ ترقی کر سکتے ہیں سب کچھ بمنصہء ظہور لایا جائے گا۔ لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پُر زور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوگا۔ درحقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال

میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں ہی دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت کی پُرظلمت رات سے شروع کر کے طلوعِ صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں''۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 155تا 160)

پس یہ ہے وہ خوبصورت وضاحت جس کا ذکر جیسا کہ مَیں نے کہا آپ نے مختلف رنگ میں مختلف جگہوں پر کیا ہے، مختلف کتابوں میں کیا ہے۔ یہ ایک نمونہ ہے۔ اگر دنیا کو، خاص طور پر مسلمانوں کو یہ بات سمجھ آ جائے، تو اللہ تعالیٰ کے اس فرستادہ کی مخالفت کے بجائے اس کے مددگار بن جائیں۔ یہ دلیل جو آپ نے دی ہے بڑی زبردست دلیل ہے۔ اس کو ان لوگوں کی توجہ کھینچنے والا ہونا چاہئے جو اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمیں امن اور سکون چاہئے۔ اور زمانے کی اصلاح کے لئے کسی مصلح کی تلاش میں ہیں۔ یا مسیح و مہدی کے زمانے کی احادیث میں بیان کی گئی نشانیوں کے مطابق مسیح و مہدی کی آمد کے منتظر ہیں۔ ایسے لوگوں کو آپ کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے۔

آپ فرماتے ہیں۔ جو مَیں نے پڑھا ہے اس میں ایک فقرہ یہ ہے کہ ''اگر سخت ضلالت اور غفلت کے زمانہ میں یک دفعہ ایک خارق عادت طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں''۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اس وقت کے علماء اور نیک لوگوں کی تحریریں اگر پڑھیں اور اقوال دیکھیں تو سب اس بات کے گواہ ہیں کہ مسیح اور مہدی کے آنے کا وقت ہے۔ وہ کسی کی آمد کے انتظار میں تھے کہ کوئی مسیحا آئے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا تو انہی میں سے ایک طبقہ مخالفت میں بڑھ گیا۔ اور بہت سوں نے اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کے بجائے بگاڑ لی۔ اور بہت سے ایسے تھے جنہوں نے اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کا سامان کر لیا۔ اور آج تک یہ بے چینی لوگوں میں ہے۔ مختلف وقتوں میں سوال اٹھتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اخباروں میں یہ بیان آتے رہتے ہیں کہ کسی مسیحا کی ضرورت ہے، کوئی کہتا ہے کہ مسلم اُمّہ کو سنبھالنے کے لئے خلافت کی ضرورت ہے۔ لیکن جب تک مسیح موعود نہیں آئے گا خلافت کس طرح جاری رہ سکتی ہے۔ یہ جو سب باتیں ہیں، یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے یا بیان جاری ہوتے ہیں یا لوگوں کے احساسات ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا آ گیا ہے۔ یہی دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دی ہے۔ تبھی دلوں میں یہ سارا ارتعاش پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرستادہ آتا ہے تو دو طرح کی حرکت ہوتی ہے۔ حرکتِ تامہ اور حرکتِ ناقصہ۔ ایک صحیح اور مکمل حرکت اور ایک کمزور اور نقص والی حرکت۔ حرکتِ تامہ سے جو صحیح حرکت ہے اس سے روح کی صفائی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے ہدایت کی تلاش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے۔ انسان عقل و فہم سے کام لے کر حق کو پہچان لیتا ہے۔ بعض نشانات ظاہر ہوتے ہیں تو ان کے اشارے سمجھ کر حق کو پہچان لیتا ہے۔ بعض سعید روحوں کو اللہ تعالیٰ ویسے بھی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے سعید فطرت لوگ تو آپ کو پہچان گئے جن کے دلوں میں نیکی تھی، جنہوں نے اپنے دل، جذبات کو صحیح راستے پر چلایا۔ لیکن ابوجہل جیسے لوگ جو اپنے زعم میں اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے تھے وہ محروم رہ گئے اور ہلاک ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مثال لے لیں۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی مثال لے لیں۔ ان جیسے لوگ باوجود فاصلے کی دوری کے ساری دوریوں کو سمیٹتے ہوئے، سارے فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے آپ کے قدموں میں آ گئے اور قبول کر لیا۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے لوگ جو قریب رہنے والے تھے جو بچپن کے دوست تھے وہ دشمنی کی وجہ سے محروم رہ گئے۔ یہ محروم رہنے والے جو ہیں ان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ بباعث عدمِ سلامت استعداد کے رو بحق نہیں ہو سکتا۔ پس ان کی استعدادیں نیکی اور سلامتی قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں۔ ان کے دل ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ دلوں میں تکبر ہوتا ہے۔ اور خود پسندی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد نہیں کرتا۔ ان کی رہنمائی نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا مرض جو ہے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی عقل و فہم میں حرکت بجائے مثبت طرف چلنے کے منفی ہو جاتی ہے۔ اور اس منفی سوچ کی وجہ سے ان کی جو روحانی حالت ہے وہ پہلی حالت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ پس آج بھی یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکرین کا ہے۔ اپنے زعم میں نیکی کی باتیں بھی کر رہے ہوتے ہیں تو ان کی نیکی کی باتوں کا اثر نہیں ہو رہا ہوتا۔ کیوں نہیں ہو

رہا ہوتا؟ اس مخالفت کی وجہ سے جو وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کر رہے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر بھی اس کا منطقی نتیجہ پیدا کر رہی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی مخالفت کی جائے تو زبان میں نیکی کی باتوں کا اثر بھی نہیں رہتا۔ برائی کی باتوں کا بے شک رہ جائے۔ ان کی باتوں میں روحانیت نہیں ہوتی۔ ہر بات بے دلیل ہوتی ہے۔ الفضل انٹرنیشنل میں طاہر ندیم صاحب عربوں کے حالات سے متعلق مضمون لکھتے ہیں۔ اس دفعہ بھی الفضل میں طاہر ہانی صاحب جو ہمارے عرب ہیں اور ایک واقفِ زندگی بھی ہیں اور محنت سے عربی ڈیسک کا کام کر رہے ہیں۔ ان کے قبولِ احمدیت کی کہانی ان کی زبانی بیان ہو رہی تھی۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے ہانی صاحب کہتے ہیں کہ میری یہ کوشش ہوتی تھی کہ احمدیت کے ردّ اور مخالفت میں مَیں ہر طرح کی مدد حاصل کروں، حربہ استعمال کروں لیکن جب انہوں نے بعض کتابیں پڑھیں تو دلیل کے لئے ایک عالم کے پاس گئے۔ وہ ان کے خیال میں ایسے صاحبِ علم تھے کہ وہ منٹوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو یہ سب دعاوی تھے یا جماعت جو دلیلیں پیش کرتی ہے ان کو ردّ کر سکتے تھے۔ یا ان میں صلاحیت تھی کہ وہ ردّ کر سکیں۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کئی دن میں جاتا رہا۔ ان کو پڑھنے کے لئے کتابیں بھی دیں۔ وہ عالم صاحب ہر بات کے پڑھنے کے بعد اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے تھے کہ دیکھو اس کتاب میں کیسی پُھس پُھسی بات لکھی ہوئی ہے۔ یہ کیا فضول بات لکھی ہوئی ہے۔ بجائے اس کے کہ اس کی کوئی عقل سے کوئی قرآن سے کوئی حدیث سے دلیل دیتے یا اس کا ردّ کرتے۔ اسی طرح انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ مصطفیٰ ثابت صاحب کے ساتھ مَیں نے ان کا مناظرہ کروا دیا تو وہاں بھی سوائے ساری رات وقت کا ضیاع ہوا اور کچھ بھی انہوں نے نہیں کیا۔ آخر انہوں نے اس نام نہاد عالم کو جن کو وہ بہت بڑا عالم سمجھتے تھے چھوڑ دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی حق کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 27 اگست تا 2 ستمبر 2010 صفحہ 3-4)

تو باوجود دینی علم ہونے کے اللہ تعالیٰ کے فرستادے کے زمانے میں ان سب دینی عالموں کی روحانیت اور مذہب کے معاملے میں دلائل ختم ہو جاتے ہیں۔ اور مخالفت کی وجہ سے جیسا کہ میں نے کہا روحانیت ختم ہو جاتی ہے۔ جب روحانیت ختم ہو جائے تو دینی فہم اور ادراک بھی نہیں رہتا، نہ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تقویٰ سے آتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق سے آتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی مخالفت شروع ہو جائے تو تقویٰ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو لوگ راستی کے فرزند تھے وہ راستبازوں کی طرف کھنچے چلے آئے اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خوابِ غفلت سے جاگ تو اٹھے اور دینیات کی طرف متوجہ بھی ہو گئے لیکن بباعث نقصانِ استعداد حق کی طرف رخ نہ کر سکے۔

پس آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دین کی رغبت کا دعویٰ تو ہے لیکن روحانی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے دین کے نام پر شیطانی عمل ہیں۔ آج اگر جائزہ لیں تو ایسے ہی لوگ مذہب کے نام پر خون کرنے والے ہیں۔ اس اقتباس میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مَیں نے پڑھا، لیلۃ القدر کے حوالے سے ایک بہت اہم بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اصل لیلۃ القدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی اور اس لیلۃ القدر کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہے کہ نیک لوگ سیدھے راستے کی طرف آ رہے ہیں۔ آج بھی اس لیلۃ القدر کا وہی فیض ہے جو نیکی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بن رہا ہے۔ لیکن جو بدبخت ہیں، بدقسمت ہیں وہ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ ذریت شیطان بن رہے ہیں۔ تباہی کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لیلۃ القدر کا زمانہ آپ کے نائب اور مسیح موعود کے ذریعے دوبارہ ظلی طور پر قائم ہوا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے اس زمانے کی لیلۃ القدر کی قدر اور پہچان کر کے ہم لیلۃ القدر کو پا سکتے ہیں۔ پس لوگوں کی حالتوں، دین پر صحیح ہونا اور سعید فطرت بنتے ہوئے فیض اٹھانا یا اپنے زعم میں دین کے ٹھیکے دار بن کر دین کے نام پر ظلم و بربریت پھیلانا اور خون کرنا اسی طرح مختلف طریقوں سے ایجادات کا پھیلاؤ، ان میں بعض ایجادات جو استعمال ہو رہی ہیں وہ انسانی قدروں اور اخلاق کی پامالی کا ذریعہ بن رہی ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جو مومنوں کے فائدے کے لئے ہیں۔ کلامِ الٰہی اور علم و فضل کے پھیلانے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ تو یہ جو سب مثبت اور منفی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی آمد اور لیلۃ القدر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتوں کے اترنے کا سلسلہ مطلع الفجر تک رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ لیلۃ القدر کا وہ خاص زمانہ تھا جس میں فرشتے سلامتی لے کر اترتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا اس دنیا سے واپسی کا وقت آ گیا۔ آپ نے کامیابیاں دیکھیں، فتوحات دیکھیں۔ اسلام کا غلبہ ہو گیا۔ یہ مطلع الفجر تھا، وہ زمانہ تو لوٹ کر نہیں آ سکتا۔ جب دین کامل ہوا، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پوری ہوئیں، کامل اور مکمل شریعت قرآنِ کریم کی صورت میں نازل ہوئی تو وہ ایک دور تھا جو گزر گیا۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

نائب رسول کے زمانے میں ظلی طور پر یہ ظہور میں رہتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ کے زمانے میں یہ روشن صبح جو تھی وہ تیس سال تک رہی، اور پھر آہستہ آہستہ روحانی اندھیرے پھیلنے شروع ہوئے اور مکمل اندھیرا زمانہ بھی آ گیا جو آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق تھا۔ پھر آپ کے ظل کی بعثت کے ساتھ ظلی طور پر لیلۃ القدر کا ایک نیا زمانہ شروع ہو گیا۔ اب ہم جس زمانے سے گزر رہے ہیں یہ مطلع الفجر کے بعد کا زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ایک لحاظ سے وہ دور بھی ختم ہوا۔ یہ دن جو طلوع ہوا ہے تو اس سے فیض پانے کے لئے اس زمانے میں اسلام اور احمدیت کے لئے جو فتوحات مقدر ہیں ان کو دنیاوی جاہ وحشمت سے بچانے کے لئے اور روحانیت کے معیار اونچے کرتے رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر سال بار بار رمضان میں لیلۃ القدر کی یاد دہانی کرواتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ لیلۃ القدر کا زمانہ تھا اور وہ تا قیامت قائم رہے گا۔ یعنی ایک لحاظ سے تو آپ کے وصال اور قرآنِ کریم کے اترنے کے ساتھ یہ ختم ہو گیا اور طلوعِ فجر ہوا لیکن ایک لحاظ سے جاری رہے گا کہ قرآن اور رمضان کے حق ادا کرو۔ تو امت کو بھی اس میں پیغام ہے کہ اُمّت بھی رمضان میں ایک رات جو لیلۃ القدر کی رات کہلاتی ہے اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار کے روحانی ماحول کو پیدا کر کے مؤمنوں پر احسان کیا ہے۔ پس اگر اس احسان کا احساس کرتے ہوئے ہم اپنے فرائض ادا کرتے رہیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری شدہ فیض سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انعامات سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ ہمارے دشمن جو اپنے زعم میں ہم پر دن رات تنگیاں وارد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمیں اندھیروں میں دیکھنا چاہتے ہیں، ہماری تباہی چاہتے ہیں اور اپنے زعم میں ہمیں برباد کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ الٰہی جماعتیں تو کبھی ضائع نہیں ہوتیں نہ برباد ہو سکتی ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ تنگیاں جو آج کل ہمارے اوپر خاص طور پر پاکستان میں پیدا کی جارہی ہیں، یہ لیلۃ القدر کے سامان لے کر آئیں اور پھر ہم مطلع الفجر کا وہ نظارہ دیکھیں جو ہمیشہ کی سلامتی اور فتوحات کی صورت میں ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حمد

محمد ہادی مونسؔ

کہیں بھی فضا ایسی پائی نہیں ہے
جہاں تیری قدرت نمائی نہیں ہے

زمیں سے فلک تک فلک سے بھی آگے
سوائے خدا کی خدائی نہیں ہے

تیرے جیسا جلوہ اجاگر نہیں ہے
تیرے جیسی صورت سمائی نہیں ہے

تُو اطرافِ عالم میں پھیلا ہوا ہے
جہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہے

تُو خالقِ اشیائے ادنیٰ و اعلیٰ
کوئی چیز کم تر بنائی نہیں ہے

چمکتی ہوئی زندگی اور دنیا
کسی اور نے تو سجائی نہیں ہے

تُو معبود ہے تیری درگاہ سے ہٹ کر
جبیں ہم نے اپنی جھکائی نہیں ہے

تُو زندہ تھا زندہ ہے زندہ رہے گا
تیری زندگی انتہائی نہیں ہے

تُو مبدا ہے فیضوں کا اشیا کا مرجع
مگر عقلِ مشرک کو آئی نہیں ہے

منزّہ ہے ہر ضعف اور عیب سے تو
فقط تُو ہے جس میں برائی نہیں ہے

تیرے ہر مقابل نے کوئی اپنی خوبی
کسی رنگ میں بھی دکھائی نہیں ہے

اسے کیا خبر ہو کہ تو بولتا ہے
کہ جس نے یہ بات آزمائی نہیں ہے

رمضان کے روزے

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

قدرت نے انسان کی اصلاح کے لئے جو راہیں تجویز کی ہیں ان میں روزہ کو خاص اہمیت حاصل ہے دنیاوی لحاظ سے جہاں روزہ شجاعت اور ایثار جیسی اعلیٰ صفات کا موجب بنتا ہے وہاں روحانی لحاظ سے خود اللہ تعالیٰ اس کی جزا بنتے ہیں یعنی لقاء الٰہی اور روحانی مشاہدات کی نعمت سے انسان کو نوازا جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ الٰہی منشاء کے ماتحت چھ ماہ کے روزے متواتر رکھے اس کے نتیجہ میں جو روحانی فیوض آپ پر نازل ہوئے ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔بعض گزشتہ انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسین وعلی رضی اللہ عنہم وفاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔ علاوہ ازیں انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش ودلستان طور پر نظر آئے تھے جن کا بیان کرنا طاقت تحریر سے باہر ہے۔وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے تھے جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوتی جیسا کہ اس کو دیکھ کر دل اور ارواح کو لذت آتی تھی۔میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی۔

غرض روزہ ایک ابدی اور فطری صداقت ہے جس میں بے شمار کمالات پوشیدہ ہیں اس لئے ہر آسمانی مذہب نے کسی نہ کسی شکل میں روزہ کو اپنے روحانی احکام کا جزو بنایا ہے اور اسلام کی تاریخ کا تو نقطہ آغاز ہی روزہ ہے۔ابن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے مہینہ میں غارِ حرا میں روزہ کے ساتھ اعتکاف کرتے تھے۔یہاں تک کہ ایک سال آپ اپنے دستور کے مطابق اعتکاف میں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی۔ گویا ایک عظیم الشان کلام اور دائمی مذہب کی بنیاد جس عبادت پر رکھی گئی وہ روزہ تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ روزہ ایک ایسا بابرکت سورج ہے جس کی شعائیں انسانیت کی تکمیل کا باعث ہیں اور اس کی فرحت بخش حرارت حق کی تلاش کے بیج کو نمو نہ عطاء کرتی ہے اور ان شعاعوں کی روشنی میں ہی وہ بڑھتی پھلتی اور پھولتی ہے۔کٹھن راہیں آسان سے آسان تر نظر آنے لگتی ہیں۔شہوات کے طوفان تھم جاتے ہیں۔ظلمات کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور منزل مقصود ہاں تخلیقِ انسانیت کا مقصد اکمل بالکل صاف سامنے نظر آنے لگتا ہے۔

رمضان کے روزے کب فرض ہوئے

روزہ اسلام کے پانچ ارکان میں شامل ہے۔خداوند تعالیٰ نے ان روزوں کے لئے وہی مہینہ انتخاب کیا۔جس میں آپ ہر سال اعتکاف کرتے تھے۔2ھ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ:184) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرۃ:186)

یعنی اے وہ جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلوں پر فرض تھے یہ اس لئے ہوا کہ تا تم تقویٰ کی نعمت سے سرفراز کئے جاؤ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت اور فرقان اور ہدایت کی بینات پر مشتمل ہے پس جو شخص تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو وہ اسمیں روزے رکھے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں رمضان میں

چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔۔۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہوتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے۔۔۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔۔۔ اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔

رمضان کا چاند

رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام سنت ابرار ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رمضان کے چاند کا انتظار اس اشتیاق سے کرتے جیسے کسی معشوق کی آمد ہے۔ ایک خاص ہماہمی اور گہما گہمی ہوتی تھی اور ایک خاص ذوق وشوق رمضان کی برکات کے حصول کے لئے ان میں پیدا ہو جاتا تھا۔ جس رات رمضان کا چاند نظر آتا اسی رات سے قیام اللیل پر عمل شروع ہو جاتا رات کو جاگنا کثرت سے نوافل پڑھنا تراویح کا اہتمام کرنا قرآن پڑھنا اور سننا اور ذکر الٰہی کرنا اس کے بعد تھوڑی دیر سو کر نماز تہجد اور سحری کے لئے اٹھ بیٹھنا ان ہی مشاغل میں ان کی رات بسر ہو جاتی اور ہر رات ان کا یہی معمول رہتا۔

روزہ کے احکام

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان نمی عليكم فاكملوا عوة شعبان ثلاثين۔ یعنی چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کرو۔ اور شوال کا چاند نظر آنے پر روزے ختم کرو۔ اگر بادل کی وجہ سے معاملہ مشتبہ رہے اور چاند نظر نہ آ سکے تو پھر شعبان کے تیس دن شمار کرو۔ اسی طرح اگر شوال کے چاند میں یہ دقت پیش آئے تو رمضان کے تیس روزے پورے کرو۔

اگر ایک گاؤں کے لوگ چاند دیکھ لیں تو دوسرے گاؤں والے جنھوں نے چاند نہیں دیکھا چاند دیکھنے والوں کے مطابق عمل کریں۔ اگر مطلع ابر آلود ہو اور حالت مشتبہ ہو اور ایک شخص آ کر گواہی دے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی کو تسلیم کر لیا جائے اور اگر انہی حالات میں عید کے چاند کے متعلق دو آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے عید کا چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی تسلیم کی جائے گی۔ لیکن اس کے لئے صرف ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہوگی۔ اگر مطلع صاف تھا تو پھر ایک یا دو آدمیوں کی گواہی معتبر نہ ہوگی بلکہ ایک جم غفیر کی گواہی کی ضرورت ہوگی۔ سحری کے وقت یعنی طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے اٹھنا اور حسب خواہش اور حسب پسند کھانا کھا کر روزہ کی نیت کرنا بڑے ثواب کا موجب ہے۔ بغیر کچھ کھائے روزہ رکھ لینا یا بہت سویرے کھانا کھا لینا پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ بہر حال صبح کے طلوع ہونے سے پہلے روزہ کی نیت زیادہ بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جو شخص فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کرتا اس کا روزہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح حضرت زید کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت انسؓ نے حضرت زیدؓ سے پوچھا سحری کھانے اور نماز میں کتنا وقفہ تھا تو آپ نے فرمایا پچاس آیتیں پڑھنے پر جتنا وقت صرف ہوتا ہے اندازاً اتنا وقفہ تھا۔''

روزہ کیا ہے

طلوع فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک نہ کھانا نہ پینا اور نہ ہی اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا۔ بشرطیکہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو روزہ کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ ہر قسم کی برائیوں سے گپ بازی سے اور فضول اور لغو کاموں سے انسان باز رہے۔ سارا دن ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرے یعنی خواہ وہ کوئی دنیوی کام ہی کر رہا ہو اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل سے محو نہ ہو۔ حقیقی روزہ اسی کا نام ہے۔ صرف بھوکا پیاسا رہنا اور اپنی بدعادات کو ترک نہ کرنا۔ روزہ کے مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة ان يدع طعامه و شرابه۔ یعنی جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل کو ترک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رمضان کے دنوں میں صدقہ وخیرات بھی کثرت سے کرنی چاہئیے۔ انسان کا ہاتھ کھلا رہے اور دوست احباب کی خاطر ومدارات میں بھی سبقت دکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی ہر رات میں آپ پر جبریل نازل ہوتے اور ان دنوں میں آپ یوں سخاوت کرتے جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔

روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھا لینا

اگر یاد نہ رہے اور بھول کر انسان کچھ کھا پی لے۔ تو اس کا روزہ علیٰ حالہ باقی رہے گا۔ اور کسی قسم کا نقص اس کے روزے میں واقع نہیں ہوگا بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھانے پینے لگ جائے تو پاس کے لوگوں کو اسے یاد نہیں دلانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اسے کھلا رہا ہے۔ پھر انہیں کیا ضرورت پڑی کہ وہ اس میں روک ثابت ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذا اكل الصائم فاسيا او شرب

ناسیا فانما ھو رزق ساقہ اللہ الیہ و لاقضاء علیہ و لا کفارۃ

کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ تو رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا نہ اس پر قضا ہے نہ کفارہ ہے البتہ اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ بیٹھے مثلاً روزہ یاد تھا لیکن کلی کی غرض سے مونہہ میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تو اس کی قضاء ضروری ہوگی لیکن نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑے وہ سخت گنہگار ہے۔ ایسے شخص پر بفرض توبہ کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی پے در پے اسے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے یا ساٹھ مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا پڑے گا۔ یا ہر مسکین کو دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ توبہ کے سلسلہ میں اصل چیز حقیقی ندامت ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے لیکن اس میں ساٹھ روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کی استطاعت نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اس صورت میں استغفار ہی اس کے لئے کافی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دہائی دینے لگا یا حضرت میں ہلاک ہوگیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کس نے تجھے ہلاک کیا ہے اس نے عرض کی حضور روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا ہوں۔ حضور نے فرمایا کیا تو غلام آزاد کر سکتا ہے اس نے عرض کی نہیں۔ پھر حضور نے پوچھا ساٹھ روزے مسلسل رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا حضور نہیں۔ اگر ایسا ہو سکتا اور شہوانی جوش کو روک سکتا تو یہ غلطی ہی کیوں سرزد ہوتی۔ حضور نے فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے کہا۔ غربت ایسا کرنے سے مانع ہے۔ حضور نے فرمایا تو پھر بیٹھو اتنے میں کوئی شخص ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا۔ آپ نے فرمایا اٹھا لے اسے اور کھلا دے یہ مسکینوں کو۔ ٹوکری لے کر عرض کرنے لگا مجھ سے زیادہ اور کون غریب ہوگا مدینہ بھر میں سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ حضور اس کی اس عرض پر کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال کو ہی کھلا دو۔

وہ امور جن کے متعلق عوام سمجھتے ہیں کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پچھنے لگوانا، قے کرنا، دن کو سرمہ لگانا، معمولی آپریشن کرانا، کلوروفارم سونگھنا، روزہ کی حالت میں ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ انہیں پسندیدہ نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے اس قسم کی باتیں مکروہ ہیں۔ ان کے علاوہ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، خوشبو لگانا، داڑھی اور سر میں تیل لگانا۔ بار بار نہانا، آئینہ دیکھنا، مالش کرانا، پیار سے بوسہ لینا، ان میں سے کوئی فعل بھی منع نہیں۔ ان سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر نہانا مشکل ہو تو نہائے بغیر کھانا کھا کر روزہ کی نیت کر سکتا ہے۔ مرض اور سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کا حکم ہے اور امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں اس لئے انسان کو دعا مانگنی چاہیئے کہ:

''الٰہی یہ تیرا مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا لیکن اس کے باوجود اگر تقدیر الٰہی غالب آئے اور انسان بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جائے گی کیونکہ ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درددل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے روزے رکھیں گے۔''

بہر حال بیمار ہونے یا سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لیس من البر الصیام فی السفر۔ یعنی سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زورِ بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر و نہی میں سچا ایمان ہے۔

علاوہ ازیں حائضہ اور نفاس والی عورت بھی روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ایسے ہی حاملہ اور دودھ پلانے والی بھی روزہ نہ رکھے۔ لیکن بعد میں جب یہ عذر نہ رہیں یعنی بیمار تندرست ہو جائے۔ مسافر اپنے گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ یا پندرہ سے زائد دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے۔ حائضہ حیض سے پاک ہو جائے نفاس کے دن ختم ہو جائیں۔ حاملہ کے بچہ پیدا ہو جائے یا دودھ پلانے والی دودھ پلانا بند کر دے۔ اس حالت میں ان لوگوں پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا واجب ہوگی۔ اور یہ روزے دوبارہ انہیں رکھنے ہوں گے۔

مزدور اور روزہ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ کاشتکاروں اور مزدوروں سے جن کا گزارہ کاشتکاری اور مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا انما الاعمال بالنیات۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ اور طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدور رکھ سکتا ہے۔ یُسر ہو رکھ لے۔ اب رہا سوال یہ کہ مرض یا سفر کی حدود کیا ہیں یا روزہ نہ

رکھ سکنے کا معیار کیا ہے تو اس کے متعلق شریعت نے کوئی خاص حکم بیان نہیں فرمایا بلکہ اس بارہ میں اصولی ہدایت یہ ہے کہ کل انسان فقیہ لنفسہٖ یعنی اس بارہ میں ہر شخص خود اپنے لئے فقیہ اور مفتی ہے بزرگوں نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی ہیں۔وہ مثالیں ہیں جن سے انسان صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں روشنی حاصل کرتا ہے۔مثلاً کہا گیا ہے کہ مرض ایسا ہو جس کا انسان کو احساس ہو اور وہ سمجھے کہ اس کی موجودگی میں روزہ رکھنے سے اسے جسمانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے یا اس کے دماغ پر اس کا اثر پڑے گا۔یا اُسے اس قسم کی کوفت ہوگی کہ اس کے نتیجہ میں عبادت سے اُسے نفرت ہو جائے گی۔اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔حضور سے کسی نے پوچھا کہ اگر روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں۔فرمایا یہ سوال ہی غلط ہے بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔مفتی صاحب آپ کمزور ہیں اس لئے آپ اس سال روزے نہ رکھیں۔اسی طرح سفر کی حد کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سحری کھا کر گھر سے کسی دوسری جگہ جانے کے لئے نکلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے واپس گھر آجائے تو وہ مسافر نہیں اُسے روزہ رکھنا چاہیئے۔بہر حال ایک طرف رمضان کے روزوں کی عظیم الشان برکات ہیں دوسری طرف حکم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ان دونوں باتوں کو سامنے رکھ کر اس نے فیصلہ کرنا ہے کہ آیا وہ مریض ہے یا تندرست مسافر ہے یا گھر کی طرح اپنوں میں مقیم ہے۔پھر اس کی روحانی حالت جسے وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے وہ بھی صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے یا خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے بہر نوع یہ ایک باریک امر ہے۔اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور تکلف کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔

روزہ افطار کرنا

مسلسل روزے رکھتے چلے جانا اور سورج غروب ہونے کے بعد ہر روز روزہ افطار نہ کرنا شریعت میں جائز نہیں۔لگاتار روزے رکھنے کو وصال کہتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا۔جب سورج غروب ہو جائے تو اس کے غروب ہونے کے ساتھ ہی روزہ کھول دینا چاہیئے۔حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَحَبَّ عبادِیْ الیَّ اعجلھم فطراً۔یعنی سب سے زیادہ وہ بندہ مجھے پیارا ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے لاتزال امتی بخیر ما اخروا السحور و عجلوا الفطر یعنی جب تک میری امت سحری دیر سے کھانے اور افطار جلدی کرنے پر کاربند رہے گی وہ رمضان کی برکات سے حصہ پاتی رہے گی۔

نماز تراویح رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنا یعنی کم سونا اور رات کو جاگنا بہت بڑی برکتوں کا موجب ہے شب بیداری کی حالت میں جو عبادتیں انسان نے بجالانی ہیں ان میں تراویح بھی ہے۔یہ نماز دراصل تہجد کی نماز ہے اس لئے سحری کے وقت اسے ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔لیکن اگر زیادہ سویرے اٹھنے میں حرج محسوس ہو تو عشاء کے بعد ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔اس نماز کی آٹھ رکعتیں ہیں۔ہر چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہیئے۔اس نماز میں رمضان بھر میں قرآن مجید ختم کرنا سنت ابرار ہے۔قرآن کریم کے حُفّاظ اس نعمت کے حاصل کرنے کی خاص طور پر توفیق پاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

فدیہ اور روزہ

جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ فدیہ یعنی ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ فدیہ سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔خداوند تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر وہ چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے اسی طرح ہر روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ عید الفطر پڑھنے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے یعنی جماعت کے نظام کے ماتحت غریبوں کے لئے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہر اس فرد کی طرف سے دے جس کا خرچ وہ برداشت کر رہا ہے۔مثلاً چھوٹے بچے ہیں یا غلام ہیں۔بیوی یا بڑی اولاد خود ذمہ وار ہیں ان کی طرف سے ادا کرنا اس پر واجب نہیں۔

لیلۃ القدر

لیلۃ القدر ایک ایسی رات ہے جس میں انسان کو قبولیت دعا کی گھڑی نصیب ہوتی ہے یہ رات ہزار مہینوں سے بھی بڑھ کر ہے۔اور عموماً رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔اس رات کی تلاش میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا صلحاء امت کا معمول رہا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اور خلوص کے ساتھ جس

نے لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی میں بسر کی اس کے سارے گناہ بخشے گئے۔ایک دفعہ فرمایا۔اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں یہ دعا مانگوں اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنّی۔

اعتکاف

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی لیلۃ القدر کی تلاش کا حصہ قرار دیا گیا ہے جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ رمضان کا پورا آخری عشرہ اعتکاف میں گزارے وہ 20 کی صبح کو نماز پڑھ کر اعتکاف میں بیٹھ جائے۔بہر حال اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ روزہ کی حالت میں مسجد میں یہ دن ذکر الٰہی میں بسر کرے۔مسجد سے باہر جانے کی اُسے اجازت نہیں۔سوائے اس کے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے باہر نکلے۔ایسی صورت میں اگر راستہ میں کسی کی عیادت کا موقع بھی مل جائے تو کیا ہی کہنے۔ایک پنتھ دو کاج۔جمعہ کے دن جامعہ مسجد میں جمعہ کے لئے جا سکتا ہے۔اعتکاف کی راتوں میں معتکف اپنی بیوی کے پاس نہیں جا سکتا۔

حرف آخر

روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ایسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے

وَاِذَاسَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ

یہ رمضان کی بھی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سر الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اس میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا۔لیکن ان کو چاہیئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔انسان جس وقت خدا تعالیٰ کی باتیں ماننے میں قویٰ ہوتا ہے خدا بھی ایسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔و آخر دعوانا عن الحمدللہ ربّ العالمین۔

نـــــوٹ: اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔قرآن کریم، بخاری شریف، المغنی، فتاوی احمد، تاریخ فقہ اسلامی۔

☆......☆......☆......☆

نعت

محمد ظفر اللہ خان۔فلاڈلفیا

عکسِ رُخصت ہوئے آئینوں میں حیرت اُتری
وجہِ تخلیقِ دو عالم تھی جو صورت اُتری

اسکی آمد سے چھلک اُٹھا یہ پیمانۂ مہر
اسکی آنکھوں سے رُخِ صبح میں حدت اُتری

جس قیامت میں مٹے جاتے تھے یہ ارض و سماء
ذرۂ ریگ میں کُہسار سی عظمت اُتری

شورشِ غم نے اُٹھائی جو رگِ جاںؐ پہ تبر
اک سپر از رہِ اظہارِ مشیت اُتری

تلخیاں اُسؐ نے زمانوں کی جو سہہ لیں ساری
یہ جہاں جس سے ہو سیراب وہ لذت اُتری

اُسؐ کے سائے میں رواں شیر و شہد کی نہریں
اُسؐ کے پیوند سے ہم پر شبِ وصلت اُتری

نظم

خواجہ عبدالمومن

خدائی سلسلہ پر وار نہ کر
کھڑی تُو راہ میں دیوار نہ کر
خدا والوں کو کیوں دیتے ہو گالی
زباں کو گند سے سرشار نہ کر
کرو ضائع نہ اپنا وقت ہر دم
تُو اپنی عاقبت یوں مسمار نہ کر
ہمارا شیوہ ہے سب سے محبت
کسی سے ہم نہیں کرتے ہیں نفرت

صیامِ رمضان کے دینی و دُنیوی فوائد

لطف الرحمٰن محمود

شرعی احکام کی حکمت

اگر دُنیاوی قوانین واحکام کی افادیتِ عامہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پابندیاں اور سختیاں' جو کبھی کبھار ہماری طبع نازک پر گراں گزرتی ہیں' دراصل ہمارے فائدے اور بہتری کی ضامن ہیں۔ ٹریفک کے قوانین کی مثال لے لیجئے۔ اگر اس دُنیا کو چند دنوں کیلئے' ہر قسم کے قانون وقدغن سے پاک کر کے خیالی یوٹوپیا بنا دیا جائے اور سب ڈرائیوروں کو سڑک' موڑ' ریلوے کراسنگ' فلائی اوور' پُل' غرض ہر مقام پر کاریں، بسیں اور اٹھارہ پہیوں والے بڑے بڑے مال بردار ٹرک، دوڑانے کیلئے آزاد کر دیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ اس آزادی کے نتیجے میں ہر گلی کوچے سے جنازے اُٹھیں گے، فیونرل ہومز کے سامنے لمبی لمبی قطاریں لگ جائیں گی۔ ہسپتال زخمیوں سے بھر جائیں گے، بیواؤں اور یتامیٰ کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا اور ہر طرف سے آواز آئے گی کہ اس یوٹوپیا سے ہماری توبہ۔ ٹریفک کا نظام بحال کرنے کیلئے اپیلیں کی جائیں گی اور حکّام کو یقین دلایا جائے گا کہ لوگ از سرِ نو بحال کئے جانے والے ان تمام قوانین کا خلوصِ دل سے احترام کریں گے۔

بعینہٖ یہی کیفیت شرعی احکام کی ہے۔ رُوحانی ترقیات اور نجاتِ اُخروی کے علاوہ کئی دنیوی فوائد ان سے وابستہ ہیں۔ اور معاشرے کی اخلاقی اور سماجی فلاح و بہبود کے تانے بانے ان سے جُڑے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ احکام شریعہ کی حکمت بھی کتاب اللہ میں جا بجا بیان کی گئی ہے مفسّرین، فقہاء اور علماء' آیاتِ قرآنی پر تدبّر کر کے' حکمت کے ان نکات کی وضاحت کرتے رہتے ہیں۔ ٹریفک کے قوانین جس طرح اپنی اور دوسروں کی زندگی سے پیار کرنے والے محتاط ڈرائیوروں پر گراں نہیں گزرتے' اسی طرح اپنی اور دوسروں کی روحانی زندگی سے پیار کرنے والے اہل ایمان پر بھی شرعی قوانین کی پابندیاں گراں نہیں گزرتیں مگر کمزور طبائع پر ضرور بھاری پڑتی ہیں۔ اگر احکام شریعت کی حکمت بالغہ کی روشنی میں' ان پابندیوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ سب کچھ ہمارے مفاد میں ہے اور اجر وثواب کے علاوہ افراد اور معاشرے کو کئی قسم کے فوائد بھی حاصل ہو رہے ہیں۔

صیامِ رمضان کی فرضیت

قرآن کریم میں رمضان المبارک میں روزوں کی فرضیت کا اعلان موجود ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ پہلی قوموں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے یعنی روزے کسی نہ کسی شکل میں موجود تھے (سورۃ البقرۃ:184) جس طرح دینی عقاید و نظریات اور عبادات و اعمال میں ایک قسم کا ارتقاء ہوا ہے اسی طرح روزے کے تصور اور اس سے وابستہ نظم وضبط میں بھی ارتقاء ہوا ہے۔ روزے کے آغاز و اختتام' کھانے پینے کے اوقات بعض اور حدود و قیود کی تعیین کے ذریعے روزے کے روحانی اور اخلاقی دائرے کو وسعت اور گہرائی دی گئی ہے۔ اس ارتقاء کے بعد روزہ نہ ہی اب کھیل تماشے کی طرح آسان سی چیز نظر آتی ہے اور نہ ہی اپنی سختی اور مشکل ہیئت کی وجہ سے ایک مالا یطاق کاوش۔ درمیانی راہ کا حسن یہاں بھی جلوہ گر ہو گیا ہے۔

اگر ہم صیامِ رمضان کے مفید پہلوؤں پر غور کریں تو چار پانچ اہم فوائد سامنے آتے ہیں۔ روحانی اور دینی فوائد جو اس عبادت کے بنیادی اور نمایاں پہلو ہیں' سب سے نمایاں ہیں۔ انسانی معاشرے کی اخلاقی صحت اور نشو ونما کا رمضان المبارک کے روزوں سے گہرا تعلق ہے۔ ایصالِ خیر اور دفع شر کے حوالے سے بھی بعض سماجی اور معاشرتی پہلو ہیں۔ پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر دین ہے۔ رمضان کریم کا اسلامی ثقافت سے بھی ایک گہرا تعلق ہے۔ ہلالِ رمضان نظر آتے ہی عالمِ اسلام میں ایک دینی انقلاب حرکت میں آ جاتا ہے اور اسلامی ثقافت کا تموج شمالی افریقہ سے چین تک محسوس کیا جا سکتا ہے بلکہ لاکھوں مسلم تارکین وطن کی وجہ سے مغربی یورپ اور شمالی امریکہ میں دینی جوش و خروش کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ رمضان المبارک کے اس پروگرام کا روزہ داروں کی صحت پر بھی مثبت اثر پڑتا ہے۔ بلکہ نسبتاً کم خرچ کی وجہ سے کفایت اور بچت کے اثرات بھی

ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ بعض فوائد کی ہلکی سی جھلک ہے۔ اس مضمون میں ان تمام فوائد کا کسی قدر تفصیلی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی، انشاء اللہ۔
فوائد و برکات کو اپنے دامن میں سمیٹنے والی یہ حکمت، صرف صیام رمضان کا خاصہ نہیں بلکہ اسلام اور ایمان کے دوسرے ارکان، اخلاقی احکام، حدود و تعزیرات کا نظام، غرض تعلیمات کا ہر شعبہ اسی حکمت کے نور سے روشن ہے۔ پنجوقتہ نماز کو لے لیجئے۔ طہارت نفس، تقویٰ، اظہارِ عبودیت، مقصد پیدائش کی تکمیل کے ساتھ ساتھ، وقت کی پابندی، مثبت معاشرتی تعلقات، فحشاء سے بچنے کیلئے قوت کا حصول، حفظانِ صحت (وضو، مسواک) اس کے دنیاوی فائدے ہیں۔
زکوٰۃ جہاں مال اور وسائل آمد کی تطہیر کا ذریعہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی معاشرے کے کمزور افراد کی خدمت کے مواقع ملتے ہیں۔ پھر ایک مضبوط اور مستحکم اقتصادی معاشرے میں جرائم کے ارتکاب میں مسلسل کمی اس نظام کا ایک اہم فائدہ ہے۔ حج بیت اللہ قرب الٰہی کے مواقع کے علاوہ حشر نشر کا ایک تصویری خاکہ فراہم کرتا ہے جس سے احتساب (Accountability) کے تصور کو تقویت ملتی ہے۔ شعائر اللہ کے احترام کے علاوہ، بین الاقوامی اخوت کے استحکام میں مدد ملتی ہے۔ سیروا فی الارض کے علاوہ تجارتی فوائد بھی مرتب ہوتے ہیں۔ غرض احکام شریعت کے فوائد اور مصالح ایک وسیع مضمون ہے جس سے قرآن مجید کا ہر طالب علم آشنا ہے۔ آیئے اب رمضان المبارک کے فوائد کا جائزہ لیتے ہیں جو اس مضمون کا مرکزی موضوع ہے۔

روحانی اور دینی فوائد

دینی اصطلاح میں، رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض ہیں جو روزے رکھنے پر قادر ہو۔ نماز، زکوٰۃ اور حج کی طرح روزہ بھی ایک دینی فریضہ ہے۔
قرآن مجید کی متعلقہ آیات (سورۃ البقرۃ آیات 184 تا 188) میں صیام رمضان کے روحانی اور دینی مقاصد و فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصول تقویٰ، قرب الٰہی، رُشد و ہدایت، قبولیت دُعا کے مواقع اور ذاتی تجربات کی روشنی میں ہستی باری تعالےٰ کے وجود کا عرفان و یقین، ربّ کریم کے احسانات کے ادراک کے ساتھ شکر کی توفیق ارزانی ان سب نکات کا ذکر موجود ہے۔ قرآن مجید جو اسلام کی مقدس الہامی کتاب ہے کی ابتداء رمضان المبارک کے مہینہ میں مکہ کے قریب واقع غارِ حرا میں ہوئی اور پھر وحی الٰہی کا یہ سلسلہ تقریباً 23 سال جاری رہا ہے۔ جبریل امینؑ نازل شدہ قرآن کا رمضان میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعادہ کرتے رہے اور حضورؐ کی زندگی کے آخری رمضان میں دو مرتبہ قرآن دُہرایا۔
رمضان المبارک میں مومنین اور صالحات کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا کم از کم ایک دور مکمل کر لیں۔ بعض سعادت مندوں کو تو دو تین بار بھی تلاوت کے یہ ادوار مکمل کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ اس ماہِ مبارک میں آیاتِ قرآنی کی تلاوت سننے کے کئی مواقع مل جاتے ہیں۔
نماز تراویح کے علاوہ اکثر مساجد میں درس قرآن کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھر میڈیا کی فراوانی کے دور میں مسلم ممالک میں ٹی وی کے چینلز، رمضان المبارک کے حوالے سے خاص پروگرام نشر کرتے ہیں۔ صیامِ رمضان کے مسائل اور فضائل کے ذکر خیر کے علاوہ قرآن مجید کے مضامین و معارف بیان کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس خصوصی تعلق کے عملی اظہار کی وجہ سے شہرِ رمضان، شہرِ قرآن (''قرآن کا مہینہ'') بن جاتا ہے۔
عبادات، تعلق باللہ، دعاؤں میں انہماک و استغراق کی وجہ سے ہم رمضان کو ''روحانی بہار'' کا موسم کہہ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی پہلو کے پیش نظر رمضان کو ''دعاؤں کا مہینہ'' کہہ کر یاد فرمایا۔ (الحکم 24 جنوری 1901ء)۔ اگر ان برکتوں کو ہم روحانی نعمتوں کا نام دیں تو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ رمضان کے روز و شب ان نعمتوں سے معمور اور سرشار ہو جاتے ہیں۔ پنجوقتہ فرض نمازوں کے علاوہ، تراویح، نوافل اور تہجد کے علاوہ تسبیح و تحمید، ذکرِ الٰہی یعنی ورد، اور درود و سلام کی نعمتیں بھی موجود ہیں۔ عرش الٰہی کے زیر سایہ گویا ایک آسمانی دسترخوان چُنا گیا ہے۔ جس پر ہر قسم کی روحانی نعمت دعوت نظارہ دے رہی ہے اور پھر اس ماہِ مبارک کے انتیس یا تیس دنوں میں برکات و حسنات میں روحانی ارتقاء کا عمل بھی جاری ہے۔ اس حوالے سے تینوں عشروں کو خاص نام دیئے گئے ہیں۔ پہلا عشرہ ''رحمت'' دوسرا ''مغفرت'' سے مخصوص ہے اور تیسرے میں گویا عذاب جہنم سے نجات کی نوید دی جا رہی ہے۔ غور فرمایئے کہ رحمت الٰہی کس طرح، درجہ بدرجہ، نفسِ مطمئنہ کو بابِ ریّان سے باریاب ہونے کا استحقاق عطا کر رہی ہے۔ جن مقامات پر، نظام جماعت کے تحت، مساجد میں اعتکاف کی سہولت موجود ہے وہاں آخری عشرے میں عاشقانِ الٰہی اس کے در پر دھونی رما لیتے ہیں۔ اگر خواتین کو مسجد میں اعتکاف کا موقع نہ ملے تو وہ اپنے گھر کے اندر ہی ایک پاک صاف گوشے، حُجرے کو اعتکاف کیلئے مخصوص کر سکتی ہیں۔ اعتکاف کے لئے اس آخری عشرے کی طاق راتوں میں اہل ایمان کیلئے لیلۃ القدر کی نعمت بھی موجود ہے۔
ہمارا ربّ کریم یوں تو اپنے چاہنے والوں سے کبھی دُور نہیں رہتا۔ مگر رمضان المبارک میں معرفتِ الٰہی میں اضافے کے مواقع اتنی کثرت سے ملتے ہیں کہ بے قرار روح اِنّـــی

قَرِیْبٌ کا مژدہ سن لیتی ہے! یہ بھی یاد رہے کہ روزے میں، دُنیا کے کام معمول کے مطابق جاری رہتے ہیں۔ ان پر صوم رمضان کی برکت سے تقویٰ کا رنگ چڑھ جاتا ہے روزہ دار تاجر پہلے سے زیادہ دیانت اور خوش خُلقی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اسی طرح ملازم اپنے فرائض منصبی کو زیادہ محنت، اخلاص اور امانت سے ادا کرتا ہے۔ غرض دنیاوی کاموں کے معیار اور کارکردگی میں بہتری اور عمدگی شاملِ حال ہوجاتی ہے۔ روزہ فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور اپنی بیوی سے جنسی تعلق سے رُکنے کا نام ہے۔ یہ روزے کی ظاہری علامات ہیں۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر روزے کی وسیع تر اور عظیم تر حدود کی نشاندہی فرمادی ہے کہ چاہیئے کہ تمہارا کان، آنکھ، منہ، ہاتھ، پاؤں غرض تمام جوارح اور حواس روزہ رکھیں۔ یعنی روزہ رضائے الٰہی کیلئے کامل ضبطِ نفس کا نام ہے۔ یہی کامل ضبطِ نفس نجات اُخروی کی ضمانت بن جاتا ہے۔ یہ کتنا عظیم الشان فائدہ ہے کہ صوم رمضان عبودیت کی غرض وغایت کے حصول کو یقینی بنادیتا ہے۔

اخلاقی اور معاشرتی فوائد

معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ معاشرے میں امن کا قیام واستحکام افراد کے رویّوں پر منحصر ہوتا ہے۔ افراد کے اخلاقِ حسنہ سے معاشرے میں امن پروان چڑھتا ہے لیکن یہی معاشرہ افراد کے اخلاقِ سیئہ کے نتیجے میں بدامنی اور بے چینی کا شکار ہوجاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ افراد کا ضبطِ نفس ہی امنِ عامہ اور فلاح وفوز کی کلید ثابت ہوتا ہے۔ مثالوں سے بات واضح ہوسکتی ہے۔ اشتعال پر ''غصے کو پی جانا'' بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے۔ گالی گلوچ، بدزبانی اور بدخُلقی سے جب بات بڑھتی ہے تو لڑائی جھگڑے بلکہ قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اہلِ ایمان کو وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (سورة آل عمران آیت 135) کی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ حدیث میں یہ سیناریو بیان کیا گیا ہے کہ مضبوط پہلوان وہ نہیں جو حریف کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ وہ ہے جو اپنے غصے کو دبا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی اخلاقی رُوح کو یوں اُجاگر کیا ہے کہ سچے ہوکر جھوٹے کا تذلّل اختیار کرلیا جائے۔ جس معاشرے میں ایسے فرشتہ سیرت افراد بستے ہوں کیا وہاں بدامنی اور حقوق کی پامالی راہ پاسکتی ہے؟ یہاں رمضان کے حوالے سے بات کی جارہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ صائم روزے کی حالت میں لڑائی جھگڑے سے مجتنب رہے۔ اگر کوئی گالی گلوچ کرے اور لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ کر اُس سے الگ ہوجائے کہ ''اِنّی صائم''۔ میں روزے کی حالت میں ہوں، اس قسم کی جہالت اختیار کرنے سے قاصر ہوں۔
حضرت نبی کریم ﷺ نے جو پاک تعلیم آج سے 14 صدیاں پہلے پیش فرمائی۔ اس زمانے میں Anger Management کی شکل کی ایک منظم نفسیاتی سائنس بن کر منظّم ہوچکی ہے۔ بہت سے جرائم کا تعلق لالچ، حرص، نفسانی جوش، ہوس اور ناجائز لذّات کی تسکین سے ہوتا ہے۔ چوری، ڈاکہ، لین دین میں ہیر پھیر، کردار کُشی، قذف، بہتان، ریپ اور دیگر جنسی جرائم اسی ذیل میں آتے ہیں مگر لمحہ بھر کیلئے صیام رمضان کی عظمت کا یہ اخلاقی پہلو ملاحظہ فرمایئے کہ روزہ دار، ناجائز لذّات تو دُور کی بات ہے، جائز فطری لذّات کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر رمضان، روزہ دار کے اخلاقِ حسنہ کا تخت ایک ایسی بلند و بالا چٹان پر سجادیتا ہے کہ وہ آسانی سے اپنے حقوق چھوڑنے پر قادر ہوجاتا ہے بلکہ فرشتوں کا ہمزبان اور ہمرکاب ہوجاتا ہے۔ اس سیناریو کو ایک مرتبہ پھر ذہن میں تازہ کیجئے۔ حلال اور طیب کھانے، مشروبات، شیریں اور لذیذ پھل موجود ہیں۔ موسم کی سختی سے چرند پرند بے حال ہیں، بھوک پیاس اپنی انتہاء پر ہے۔ کوئی دیکھنے اور روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ مگر روزہ دار ہونے کی وجہ سے، وہ ان نعمتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ حسین وجمیل بیوی موجود ہے مگر جذبات کی جائز تسکین سے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے دستکش ہوجاتا ہے۔ بھلا ایسا شخص خدا کی ناراضگی مول لے کر حرام کی کمائی سے حاصل کی جانے والی ممنوع غذا، ناجائز لباس یا دیگر حرام لذّاتِ نفس کے پیچھے بھاگ سکتا ہے۔ مضطر کی دُعا، ہر حال میں شرفِ قبول پاتی ہے۔ صرف ایک صورت میں ردّ کردی جاتی ہے اور وہ ہے جب مضطر کی غذا حرام اور اس کا لباس حرام ہو۔ لیکن یہ کیا وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں روزہ دار کو قبولیت دعا کی ضمانت دی جارہی ہے بلکہ اُسے آزمانے کیلئے خاص طور پر دعوت دی جارہی ہے (سورۃ البقرۃ آیت 187)
حضرت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی شاہراہِ اخلاق کا سنگِ میل ہے۔ اگر کوئی شخص جھوٹی باتیں اور باطل اعمال یعنی جھوٹ اور ریا پر مبنی افعال ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو حاجت نہیں کہ وہ (روزہ رکھ کر) کھانا پینا ترک کردے اور فاقہ کشی کرتا پھرے۔ (ترمذی، ابواب الصیام)
حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ''مسلمان'' کی مختلف پیراؤں میں تعریف کی ہے یعنی Define کیا ہے۔ ایک فرمان یہ ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری کتاب الایمان) یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اسلام کی یہ چلتی پھرتی تصویریں آپ کو رمضان میں بکثرت نظر آئیں گی۔

فلاحی اور رفاہی فوائد

یہ فوائد صرف رمضان المبارک ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ اسلام کا عمومی مزاج ہی ایسا واقع ہوا ہے۔معاشرہ میں عملی اور اعتقادی لحاظ سے کمزور عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ گناہ اور جرم کی روک تھام کیلئے ،سزاؤں کے طور پر شریعتوں میں حدود و تعزیرات کا شعبہ موجود رہا ہے۔تورات میں بیس سے زیادہ گناہوں اور جرائم کی سزا موت ہے اور سزائے موت کی مشہور صورت رجم یعنی سنگسار کرنا ہے۔قرآن مجید میں کسی جرم کی سزا سنگساری نہیں۔صرف دو جرائم کی سزا موت ہے۔''قتل عمد'' کا قصاص ''حرابہ'' خدا اور رسولؐ کے خلاف جنگ جس کی ایک صورت ڈاکہ زنی اور بدامنی (فتنہ) ہے۔باقی جرائم کی سزا موت سے کم ہے۔چوری (ہاتھ کاٹنا)، زنا (سوکوڑے) قذف (اسّی کوڑے) شراب نوشی کی سزا صحابہ کرام کے اجتہاد سے قذف کے برابر مقرر کی گئی۔باقی سزائیں ''تعزیرات'' کی شکل میں ہیں جنکا اطلاق و نفاذ قاضی کی صوابدید پر منحصر ہے۔''ارتداد'' اور ''توہینِ رسالت'' کیلئے سزائے موت' رجم یا قتل کا حکم کسی ایک آیت میں درج نہیں۔اگر کوئی ایسی آیت ہے تو پیش کی جائے!! عرض ہے کہ بعض معاصی اور جرائم کے کفارہ کے رنگ میں شریعتِ اسلام نے بعض ایسے اقدامات تجویز کئے ہیں جن سے مجرم کے گُناہ اور جرم کی تلافی کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس کا مادی اور فلاحی فائدہ معاشرے کے غرباء و مساکین کو پہنچتا ہے۔اس کا رمضان المبارک سے بھی تعلق ہے اور دوسرے عام معاصی اور جرائم سے بھی۔پہلے رمضان المبارک کے حوالے سے مثال پیش خدمت ہے اگر کوئی روزہ دار جان بوجھ کر روزہ توڑتا ہے تو شریعت نے اس کیلئے سزا یا کفارہ تجویز کیا ہے۔2 ماہ کے مسلسل روزے یا اپنے معیارِ زندگی کے مطابق 60 غرباء یا مساکین کو کھانا مہیا کرنا یا انہیں راشن مہیا کرنا۔اس کے علاوہ ''فدیہ''، فطرانہ'' کی شکل میں بھی رمضان المبارک میں غرباء و مساکین کی مالی اور مادی مدد کا ٹھوس انتظام موجود ہے۔اس کے علاوہ صدقہ و خیرات کی تلقین کی گئی ہے۔اور رمضان المبارک میں اہلِ ثروت ایسے کاموں کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔اکثر مسلمان زکوٰۃ کا فریضہ ماہِ رمضان میں ادا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم تو سال بھر صدقہ و خیرات اور غرباء و مساکین کی دلداری فرماتے رہتے تھے مگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضورؐ کا دستِ سخا رمضان المبارک میں تیز آندھی کی طرح غرباء و مساکین کی دستگیری میں متحرک رہتا تھا۔امّت کے امراء بھی رمضان میں حضورؐ کی اس سنّت کو تازہ کرتے رہتے ہیں۔

ضمناً عرض ہے کہ رمضان کا فرض روزہ توڑنے کے علاوہ بعض اور شرعی کوتاہیوں کی تلافی کیلئے جو کفارہ یا ذریعہء اصلاح مقرر ہے، اس میں غرباء پروری کا عنصر بھی موجود ہے۔''ایلا'' (بیوی سے جنسی تعلق منقطع کرنے کی قسم کھانا) توڑنے کا کفارہ، 3 روزے یا 10 مساکین کو کھانا کھلانا یا 10 مساکین کو لباس کی فراہمی مقرر کیا گیا۔''ظہار'' بھی اس قسم کا ایک اعلان ہے جس میں بیوی معلقہ ہو کر رہ جاتی ہے۔اس قسم کو توڑنے کا کفارہ ایک غلام کی آزادی یا دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں یا 60 مساکین کو کھانا کھلانا مقرر کیا گیا ہے (سورۃ المجادلہ آیت 5,4) بعض اور مثالیں بھی ہیں جو کبھی آئندہ پیش کی جاسکتی ہیں۔یہاں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسلام نے غرباء و مساکین کی فلاح و بہبود کیلئے ہر قسم کے طریقے استعمال کئے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ غرباء، مساکین اور حاجت مندوں کی تکالیف اور ضروریات کا امراء کو اندازہ ہی نہیں ہوتا۔گوتم بدھ کو ان مصیبتوں کا علم اس وقت ہوا جب اُس نے شہزادگی کا لباس اُتار کر فقیری اختیار کی۔مشہور واقعہ ہے کہ انقلابِ فرانس کے دنوں میں، پیرس کے بھوکے ننگے لوگ روٹی کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔فرانس کی ملکہ Marie Antoinette نے یہ منظر دیکھ کر بھیڑ کی وجہ پوچھی۔کسی خادمہ یا کنیز نے بتایا کہ یہ فاقہ کش روٹی ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ملکہ نے کہا کہ اگر اُنہیں روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں کھالیتے؟ ناز و نعمت کی پلی ہوئی نازک اندام ملکہ کو علم ہی نہ تھا جنہیں روٹی نہیں ملتی وہ کیک کہاں سے لائیں گے!! لیکن رمضان میں باعمل مسلم امراء کو بھی روزہ رکھنا پڑتا ہے۔اس طرح اُنہیں بھی بھوک پیاس کی شدّت کا تجربہ ہوتا ہے۔اس کے نتیجے میں اُن کے دل میں بھی محروم طبقوں کیلئے ایک نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ماہِ صیام میں غرباء و مساکین کی مدد کیلئے ماحول سازگار ہو جاتا ہے۔چنانچہ ایسی تحریکات نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہیں۔

ثقافتی اور تہذیبی فوائد

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔سناتن دھرم، بدھ مت، زرتشتی مذہب، یہودیت اور مسیحیت، زمانے کے اعتبار سے، سب کے سب، ظہورِ اسلام سے بہت پہلے کے مذاہب ہیں۔اسلام نے اب تک چودہ صدیوں کا سفر طے کیا ہے۔مختلف زمانوں رنگوں نسلوں، قوموں، ثقافتوں اور عقیدوں کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے کروڑوں لوگوں کو اسلام نے اپنے دامن میں پناہ دی۔اُن کی ثقافت و تمدّن کے جو پہلو اسلام سے متحارب نہیں تھے اُنہیں جذب کرلیا۔باقی مُضر اجزاء کی اصلاح کر دی یا وہ خود ہی نابود ہوگئے۔ان کی جگہ ایک نئی

ثقافت نے عروج حاصل کیا۔مسجد اس نئے معاشرے کا مرکز قرار پائی۔عیدوں کے تہوار مسلم ثقافت کا مظہر بن گئے۔یہی مقام رمضان کو حاصل ہوا۔سحر وافطار کی رونقیں اس ماہ مبارک کا لازمی حصہ بن گئیں۔اس حوالے سے طرح طرح کے کھانے ایجاد ہوئے۔پکوڑے اور سموسے تو روزوں سے جُڑی ہوئی چیز معلوم ہوتے ہیں۔دوسرے خطوں اور منطقوں میں ان کے ''قائمقام'' پائے جاتے ہیں۔جائے نماز سے لے کر ان خاص غذاؤں کی خرید وفروخت کے ساتھ منافع کی شکل میں فوائد بھی موجود ہیں۔

ہلالِ رمضان کے ساتھ ہی شمالی افریقہ سے چین تک عالمِ اسلام میں زندگی کی ایک نئی شان متحرک ہوجاتی ہے۔مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہیں حتّٰی کہ گلی کوچوں میں صفیں بچھ جاتی ہیں۔سال بھر مسجدوں کا رُخ نہ کرنے والے بھی،مسجد کی زینت بن جاتے ہیں۔دینی علوم اور اُن کی گہرائی سے ناواقف مسلمان بھی،افطار کی دعوتوں اور پارٹیوں میں لازماً شرکت کرتے ہیں۔غرض اس ماہِ مبارک میں آپ کو ایک ہلچل نظر آتی ہے،اسے ہم ثقافتی لہروں کا تموّج قرار دے سکتے ہیں جو رمضان سے وابستہ ہے۔رمضان کے معاً بعد عیدالفطر کی تقریب ہے جو رمضان سے ملحق ہے بلکہ اُسی کے اختتام یعنی افطار کی رعایت سے اِس عید کو''عیدالفطر'' کہا جاتا ہے۔اردو،فارسی کی عشقیہ شاعری بھی ہماری ادبی ثقافت کا حصہ ہے۔اس میں عید کے حوالے سے محبوب کے فراق ووصال کے متعلق شعراء نے عجیب وغریب نازک مضامین باندھے ہیں۔بچوں کی سج دھج کے علاوہ''عیدی'' کی بھی ایک ثقافتی اہمیت ہے۔اور پھر بچے اپنی اپنی عیدی گنتے ہیں'اس معصومانہ مسرّت کیلئے کوئی اصطلاح وضع نہیں کی جاسکتی۔اب تو''چاندرات'' کا اضافہ بھی ہوگیا ہے۔اس میں ثقافت کے نام پر بعض ایسی حرکتیں بھی سرزد ہوجاتی ہیں کہ رمضان کی ساری مشقتیں اور عبادتیں اس سیلِ بےاماں میں بہہ جاتی ہیں!

رمضان المبارک کے حوالے سے ہماری ثقافت کا جادو تو اب مغربی ممالک تک جا پہنچا ہے حتّٰی کہ وہائٹ ہاؤس کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے۔اب وہاں بھی مسلم ممالک کے سفیروں اور آئمہ مساجد کیلئے''دعوتِ افطار'' کا اہتمام کیا جاتا ہے۔اس تقریب میں سیاسی مصالح بھی کارفرما ہیں مگر ثقافتی پہلو بھی موجود ہے۔رمضان،عید،وغیرہ کے حوالے سے مذہبی اصطلاحات مغربی میڈیا میں بھی استعمال ہونے لگی ہیں۔مغربی ممالک میں''حلال فوڈ'' کے ریسٹورنٹ اور سٹور بکثرت نظر آنے لگے ہیں یہ ادارے رمضان میں خاص طور پر متحرک ہوجاتے ہیں اور ان کے تعاون سے مساجد میں افطاریوں کی رونق میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور آسانی بھی۔

مالی اور اقتصادی فوائد

ایک حدیث میں' حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی یہ الفاظ (ترجمہ) موجود ہیں

''یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔یہ ہمدردیٔ خلق کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے''(بیھقی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم)

رزق میں''اضافے'' کے کئی پہلو ہیں۔ایک اضافہ''برکت'' کی شکل میں شاملِ حال ہوتا ہے۔دوسرا پہلو یہ ہے کہ ربِّ کریم بسا اوقات' وسائل اور تحائف کا رُخ بعض بندگانِ الٰہی کی طرف موڑ دیتا ہے۔بہت کم لوگوں کی نظر اس دقیقہء معرفت کا احاطہ کرپائی ہے کہ رزق کی فراخی اور تنگی کی ڈور،درحقیقت ربّ العرش کے ہاتھ میں ہے اور اس کی حکمتِ بالغہ کے تحت اس میں جُنبش ہوتی رہتی ہے۔ذرائع اور اسباب زمین پر ہی ہیں اور ان کے متولی اور گارڈین بھی یہاں ہی ہیں۔مگر ان کے قلوب واذہان پر القاء کے احکام وہیں سے آتے ہیں۔اربابِ تصوّف نے ان نکات کو خوب سمجھا ہے۔

مجھے ایک سبق آموز قصہ یاد آگیا ہے جس کی اس عنوان سے ایک نسبت بھی ہے ایک حکمران غرباء ومساکین میں سونے چاندی کے سکّے (یہ کرنسی نوٹوں اور پلاسٹک کرنسی سے بہت پہلے کی بات ہے) تقسیم کرتا رہتا تھا۔ایک مرتبہ اُس کے نئے وزیر نے مشورہ دیا کہ حضور! یہ صدقہ وخیرات ایک قسم کی فضول خرچی ہے۔اسے آڑے وقت کیلئے محفوظ کرلینا چاہیئے۔راجہ صاحب نے مشورہ قبول کرلیا اور اپنی پرانی پالیسی کو تبدیل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔اُسی رات راجہ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اُس کے خزانے سے سونے چاندی کے سکوں کی بھری ہوئی بوریاں کاندھوں پر ڈال کر کہیں جارہے ہیں۔راجہ نے،خواب ہی میں گھبرا کر پوچھا یہ میرا سب مال خزانہ کہاں لے جارہے ہو؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ اب اس مال کو اُس حکمران کے خزانے میں منتقل کرنے کا حکم ہوا جو اسے خلقِ خدا پر خرچ کرے گا۔آپ کا یہ رول آج سے ختم۔راجہ نے صبح اُٹھتے ہی اُس کم فہم وزیر کو برطرف کیا اور پُرانی پالیسی جاری رکھنے کا عزم کیا۔اس کہانی کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالٰی نے اُس راجہ کو جو وسائل عطا کر رکھے تھے اُن کے ذریعے خلقِ خدا تک فیض پہنچ رہا تھا۔یہی کیفیت دیگر امراء،کارخانہ داروں،اور دوسرے اہلِ ثروت کی ہے۔یہ سب لوگ اللہ تعالٰی کے وسیع تر کارخانے کے کل پُرزے ہی ہیں!!

اگر چہ حجاب حائلِ راہ ہے مگر تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ بہت سے دوسرے اہلِ توکل درویشوں کی طرح میں بھی اس حدیث میں بیان فرمودہ برکت کا گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذرّہ نوازی اور کرم گستری کے اپنے انداز ہیں۔ دانش گاہِ تقویٰ کے در و دیوار کے باہر رُلنے والے اس طفلِ مکتب پر بھی من حیث لا یحتسب کے ابرِ کرم سے بوندا باندی ہوتی رہی ہے۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

رمضان المبارک میں صائمین اور صائمات کے رزق کی برکت کا ایک اجتماعی پہلو بھی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ رمضان میں دعوتوں، اور افطاریوں میں نعمتوں کی ورائٹی ہر طرف نظر آتی ہے۔ مساجد میں بھی ایسی اجتماعی ضیافتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سادگی کو ملحوظ رکھنے کے باوجود، کچھ نہ کچھ تکلف تو ہو ہی جاتا ہے جس کے نتیجے میں کھانے کے معیار اور مقدار میں بہتری آجاتی ہے۔ یہ بھی رزق میں اضافے کی ایک صورت ہے۔ متعدد احادیث میں روزہ افطار کروانے والوں کو اجر و ثواب کی نوید دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افطار کے وقت مساجد میں کھانا بھجوانے کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ اعتکاف کے عشرے میں تو معتکفین کی سحری کیلئے کھانا بھجوایا جاتا ہے۔ یہ سب اس ماہِ مبارک میں رزق میں اضافہ و توسیع کے پہلو ہیں۔

بدنی اور جسمانی فوائد

اس صدی کو لوگوں نے کئی نام دیئے ہیں۔ ''گلوبل ویلیج'' کی صدی'' انٹرنیٹ کی صدی'' اسے موٹاپے اور فربہی یعنی Obesity کی صدی بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ لوگوں کو اُن کے ''وزن'' کے بارے میں بہت زیادہ ڈرایا گیا ہے اور وہ غیر معمولی طور پر حساس ہوگئے ہیں۔ موٹاپے سے بجا طور پر کئی بیماریوں کا رشتہ جوڑ دیا گیا ہے مثلاً ذیابیطس، کینسر، ہائی بلڈ پریشر، عارضہ قلب، گُردوں کی خرابی، جوڑوں کا درد (Arthritis) وغیرہ۔ اس حوالے سے معلومات کا دائرہ بھی وسیع ہو چکا ہے۔ بعض اصطلاحات تو صبح و شام، خواتین کے علاوہ مردوں کی زبان سے بھی سُننے کو مل جاتی ہیں۔ Nutrition, Metabolism, Weight Control, Cholesterol, Calories, Diet وغیرہ وغیرہ۔

پھر موٹاپے اور فربہی کے اس خوف کی وجہ سے وزن کنٹرول کرنے کی خواہش زور پکڑ گئی۔ اس حوالے سے کئی بلین ڈالرز کی انڈسٹری معرضِ وجود میں آچکی ہے جس کی کئی شاخیں ہیں۔ ورزش کیلئے جِم، وزن کم کرنے والی غذاؤں کے پیکج حتّٰی کہ ''یوگا'' بھی استحصال کی اس دوڑ میں کُود پڑا ہے۔ ہزاروں لوگوں کا روزگار اس انڈسٹری سے وابستہ ہے اور لاکھوں لوگ اس کے ذریعے وزن کنٹرول کرنے میں مصروف ہیں۔

Obesity کی اس صدی میں ڈائٹنگ کا ایک نیا کلچر فروغ پا رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان اور ماہرینِ غذا، مریضوں کی راہ نمائی فرمارہے ہیں۔ گھروں میں بزرگ نوجوانوں کو اور نوجوان بزرگوں کو قیمتی مشورے مفت دے رہے ہیں۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر سکولوں میں بریک فاسٹ اور لنچ وغیرہ کی مینیو میں تبدیلیاں لائی جارہی ہیں۔ میڈیا میں صحت عامہ کے حوالے سے ایک ''تھرتھلی'' پڑی ہوئی ہے اس افراتفری کے عالم میں ہماری عرض بھی سُن لیجئے۔ رمضان المبارک کے پروگرام میں بھی ڈائٹنگ کا ایک پیغام موجود ہے۔ اس پروگرام پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں نظامِ انہضام کے آلات کو آرام کے مواقع ملتے ہیں۔ بسیار خوری (Overeating) سے ان آلات کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے مگر رمضان میں یہ آلات اس نظامِ اوقات کے تابع ہوجاتے ہیں بلکہ اس کے عادی ہوجاتے ہیں۔ اس سے فائدہ اُٹھا کر ہم ہلکا سا ناشتہ کرنے کی عادت اپنا سکتے ہیں۔ اور لنچ برنچ کی شکل میں معدے پر کیلریز کی جو بارش تسلسل سے برستی رہتی ہے اُس سے نجات مل سکتی ہے۔ رات کے کھانے کے بعد ''تراویح'' کی یاد سے ہمیں ہلکی پھلکی ورزش یا چہل قدمی کا خیال آسکتا ہے بلکہ آنا چاہیئے۔ رمضان المبارک میں اگر غور کیا جائے تو ہماری صحت و عافیت کیلئے ایک مفید اور مؤثر تعمیری پروگرام موجود ہے۔ صیامِ رمضان کا اجر و ثواب تو مُسلّم ہے۔ ان بدنی اور جسمانی فوائد کو ''بونس'' کے طور پر محسُوب فرمالیجئے۔ حفظانِ صحت کے علاوہ حفظِ ماتقدم کے طور پر رمضانِ کریم کی ایک اور برکت بھی ہمارے شاملِ حال ہوجاتی ہے۔ ہمارا جسم سختی، بھوک، پیاس اور مشقت برداشت کرنے کا عادی ہوجاتا ہے۔ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے جسم کو تیار رہنا چاہیئے۔ قدرتی آفات، حوادث اور ابتلاء آنے سے بسا اوقات سب کچھ درہم برہم ہوجاتا ہے۔ رمضان المبارک ہمیں ان حالات کیلئے بھی تیار کردیتا ہے۔

عاجز نے رمضان المبارک کے روحانی اور دینی فوائد کے علاوہ بعض دُنیاوی فوائد بھی گنوادیئے ہیں۔ آخر میں فرضیتِ رمضان کے حوالے سے ایک آیت کریمہ کے درج ذیل الفاظ پر غور کرنے کی التجا کرتا ہوں۔ ہمارے ربِّ کریم نے جو ہماری بیماریوں کا شافیِ مطلق ہے' کن پیارے الفاظ میں ہمیں یاد فرمایا ہے:

وَاَنْ تَصُوْ مُوْا خَیرٌ لَّکُمْ۔۔۔۔اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے۔

صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑک رضی اللہ عنہ

غلام مصباح بلوچ ۔ کینیڈا

حضرت ڈاکٹر عبدالغنی صاحب ولد میاں اللہ بخش صاحب ککے زئی قوم سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا، آپ قریبًا مارچ 1888ء میں قادیان سے 6 میل دور ایک گاؤں بازید چک میں پیدا ہوئے، آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ 1907ء میں آپ نے احمدیت قبول کی جبکہ آپ لاہور میں پڑھتے تھے، جب گھر والوں کو علم ہوا تو انہوں نے ناراض ہو کر کھانا وغیرہ علیحدہ کر دیا، آپ نے یہ تمام صورتحال حضور کی خدمت میں عرض کی، حضور نے فرمایا آپ واپس اپنے والد کے پاس جائیں اور انہیں بتائیں کہ مجھے امام وقت کی بیعت کی توفیق ملی ہے۔ آپ کی والدہ کہتی تھیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے وہ بھی مرزا نے چھین لیا ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالغنی صاحبؓ 1907ء میں افریقہ چلے گئے تھے، عمر کا اکثر حصہ وہیں گزارا آخر میں پاکستان آگئے تھے اور یہیں وفات پائی۔ آپ کی روایات رجسٹر روایات صحابہ میں محفوظ ہیں، آپ اپنی قبول احمدیت کی داستان اور دیگر روایات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مارچ 1888ء کے قریب قریب میری پیدائش بازید چک جو قادیان سے 6 میل کے فاصلہ پر واقع ہے ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

خاکسار نے منڈی کراں دیہاتی سکول میں دوسری جماعت تک حاصل کی، اس کے بعد بٹالہ مشن ہائی سکول میں آکر داخل ہو گیا اور وہیں پر مڈل تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد لاہور ملازمت کے سلسلہ میں گیا اور ڈسپنسری میں کمپونڈری کا کام کرتا تھا۔ اکثر احمدی طلباء وٹرنری کالج کے مجھے ملا کرتے تھے اور تبلیغ کیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے مجھے تبلیغ احمدیت کی اس کا نام محمد امین تھا، یہ صاحب دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے اور وٹرنری کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ 1906ء کی بات ہے یہ صاحب اکثر یہ فقرہ کہا کرتے تھے ''آؤ بھائی جی باہر بیٹھیے''، یعنی میں ڈسپنسری کے اندر ہوا کرتا تھا اور یہ مجھے باہر بلا لیا کرتے تھے اور تبلیغ احمدیت شروع کر دیتے تھے مجھے ان کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور دل میں کڑھا کرتا تھا کہ یہ شخص سریش کی طرح چمٹ گیا ہے چنانچہ اس کی شکایت میں نے اپنے ایک دوست ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب سے کی جو آج کل وٹرنری کالج لاہور میں پروفیسر ہیں اور ان سے کہا کہ یہ شخص خواہ مخواہ آکر میرا دماغ چاٹتا رہتا ہے اور تنگ کرتا رہتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پھر اسے کہہ دو کہ نہ آیا کرے جرأت سے کام لو۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی موجودگی میں ایک دفعہ محمد امین صاحب آگئے تو ڈاکٹر صاحب نے محمد امین صاحب کے سامنے کہا کہ بھائی اب اسے جواب دو نا! میں نے کہا نہیں نہیں جانے دیجئے، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ آگے پیچھے تو اس کی شکایت کرتے ہو اور اس کی موجودگی میں کہتے ہو کہ نہیں جانے دیجئے۔ چنانچہ میں نے تو محمد امین صاحب کو کچھ نہ کہا لیکن ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب نے انہیں کہا کہ جاؤ بھائی متعدی مرض یہاں مت پھیلاؤ یہ تمہارے قابو آنے والا نہیں، میں نے پھر بھی کہا نہیں صاحب چھوڑ دیجئے اور جانے دیجئے۔ محمد امین صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا واہ صاحب مدعی سست گواہ چست! جن کے پاس میں آتا ہوں وہ تو کچھ کہتے نہیں اور آپ خواہ مخواہ بیچ میں بول اٹھے ہیں، میں نے پھر بھی یہی کہا کہ جانے دیجئے، چھوڑ دیجئے۔ اس کے بعد محمد امین صاحب وہاں سے چلے گئے۔

بعد ازاں انہوں نے علیحدگی میں مجھ سے کہا کہ بھائی صاحب اگر آپ نہیں چاہتے تو میں نہ آیا کروں، میں نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ نہیں صاحب کچھ بات نہیں ہے۔ اس کے بعد محمد امین صاحب نے مجھے کتابیں دینی شروع کر دیں اور کہا کہ انہیں پڑھا کریں اور پڑھنے کے بعد واپس کر دیا کریں، میں کتاب لیتا تھا اور زینتِ دراز کر دیا کرتا تھا اور جب محمد امین چند دن کے بعد آکر دریافت کرتا تو میں کہہ دیا کرتا تھا کہ پڑھ لی، لے جائیں اور کتاب واپس کر دیا کرتا۔

انہی دنوں محمد امین میرے پاس کتاب انجام آتھم لائے، اس کا سرورق جہاں تک میرا خیال ہے سرخ رنگ کا تھا میں نے اس کو بھی لے کر حسب معمول دراز میں رکھ دیا۔ ایک دن فرصت کے وقت میں نے دل میں کہا کہ دیکھوں تو یہ ہے کیا؟ اور اس کا ٹائٹل پیج الٹا اور اس میں مجھے یہ پڑھنے کا موقع ملا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علماء کے نام لکھ کر انہیں چیلنج کیا ہے اور انہیں بڑے زور اور تحدّی کے ساتھ توجہ دلائی ہے کہ پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کر دیں اس عبارت میں کچھ اس قسم کا زور اور اثر تھا کہ میں نے اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھا اور مجھ پر رقت بھی اس کتاب کے مطالعہ کے دوران طاری تھی۔ اس کتاب کے پڑھتے وقت جب محمد امین صاحب میرے پاس آئے تو میں نے انہیں کہا کہ انجام آتھم سے قبل جس قدر کتابیں دی ہیں میں نے ان میں سے ایک بھی نہیں پڑھی اور یہ پہلی کتاب ہے جسے میں نے مطالعہ کیا ہے براہ مہربانی مجھے پھر کتابیں دیں تا میں انہیں پڑھوں۔

قصہ کوتاہ میں نے اب کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور نماز بھی پڑھنی شروع کر دی جس کی مجھے اس سے قبل عادت نہ تھی۔ میں نے اسی اثنا میں ایک رؤیا دیکھی کہ میں ایک ایسی جگہ پر ہوں کہ میرے سامنے ایک مینار ہے اور مینار کے ساتھ ایک دروازہ ہے جو پرانے فیشن کا مرقع تختوں کا carved دروازہ ہے اس دروازے کو کھول کر میں اندر جانا چاہتا ہوں مگر وہ کھلتا نہیں، میں نے زور سے جو اسے دھکا دیا تو ایسا معلوم ہوا کہ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی میں اندر جا پڑا ہوں مگر گرا نہیں پھر میں دیکھتا ہوں کہ وہاں پر پارک ہی پارک ہیں جہاں پر روشنیاں اور پھولوں کے پودے لگے ہوئے ہیں، ان میں سے گزرتے ہوئے میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ گاڑی لاہور جانے والی تیار ہے مگر میرے پاس ٹکٹ نہیں، اسی اثنا میں ایک شخص جو سانولے رنگ کا ہے اور مجھے وہ ڈرائیور معلوم ہوتا ہے وہ مجھے کہتا ہے کہ کچھ حرج نہیں اگر تمہارے پاس ٹکٹ نہیں تو ٹرین کی سلاخوں کو پکڑ لو اور لٹک جاؤ مگر دیکھنا سو نہ جانا چنانچہ میں نے ان سلاخوں کو پکڑ لیا اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیند سی آ رہی ہے اس وقت میں نے سلاخوں کو بھی پکڑا ہوا ہے اور مٹھیوں سے آنکھوں کو بھی ملتا جاتا ہوں تا کہ سو نہ جاؤں اسی اثنا میں میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے رؤیا محمد امین صاحب سے بیان کی انہوں نے کہا کہ اب آپ پر سچائی کھل گئی ہے بیعت کر لیں، میں نے کہا کہ قادیان جا کر بیعت کروں گا انہوں نے کہا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، یہ کارڈ جو انہوں نے جیب سے نکال کر مجھے دیا اور وہ جوابی کارڈ تھا اور کہا کہ ابھی لکھ دو چنانچہ میں نے بیعت کا خط لکھ دیا اور محمد امین صاحب اسے پوسٹ کرنے کے لئے لے گئے۔ یہ 1907ء کا واقعہ ہے اس کے دو یا تین دن بعد مجھے جواب ملا کہ بیعت حضرت اقدس نے منظور فرمالی ہے اللہ تعالیٰ استقامت بخشے شاید یہ بھی الفاظ تھے جو مجھے پورے پورے اب یاد نہیں کہ نماز باالتزام پڑھا کرو اور درود شریف بھی پڑھا کرو۔

بعض اوقات احمدیت قبول کرنے کے بعد تہجد کی نماز پڑھنے کی بھی توفیق مل جایا کرتی تھی اور انہی دنوں ڈاکٹر عطر الدین صاحب جو آج کل بمبئی میں وٹرنری ڈاکٹر ہیں اور اُن دنوں طالب علم تھے اور مرزا برکت علی صاحب جو آجکل نظارت تبلیغ میں کام کرتے ہیں مجھے قرآن مجید کا ترجمہ اور مسائل سکھایا کرتے تھے، انہی دنوں یہ طلباء اپنے ساتھ قادیان بھی لے گئے چنانچہ انہوں نے میرا ریل کا کرایہ بھی ادا کیا جمعہ کے دن مسجد مبارک میں جمعہ کی نماز ہونے کو تھی، پچیس تیس یا شاید چالیس کے قریب اس وقت آدمی مسجد میں تھے اور محمد احسن صاحب امروہی مرحوم اس دریچہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے جو گلی میں کھلتا ہے میرا اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ (یعنی مولوی محمد احسن صاحب امروہی) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں، کہ یہ طلباء جو مجھے ساتھ لائے ہیں یہ مجھے آگے ملنے کے لئے کیوں نہیں لے جاتے؟ اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے اور السلام علیکم کہہ کر آگے بڑھے میرا خیال ہے مجھے یقینی طور پر یاد نہیں کہ لوگ کھڑے ہو گئے، اب ان طلباء نے مجھے آگے بڑھ کر مصافحہ کرنے کے لئے پیش کیا چنانچہ میں نے حضرت اقدس علیہ السلام سے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا، اس وقت خطبہ جمعہ شروع ہو گیا اور یہ خطبہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھا۔ میرا خیال ہے کہ مولوی صاحب نے سورۃ القارعہ پڑھی اور بڑے زور کے ساتھ اور پر جوش آواز میں اس سے یہ استدلال کر رہے تھے اور اشارہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو پاس ہی تشریف فرما تھے، کے متعلق کہہ رہے تھے کہ ''یہ ہے وہ خدا کا مرسل'' بعد ازاں نماز ادا کی اور پھر ہم مہمان خانہ میں چلے آئے اور اس کے بعد اسی دن یا اگلے روز ہم لاہور چلے گئے۔

انہی دنوں میں افریقہ میں ملازمت کے لئے ایک جگہ نکلی اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ میں بہت قلیل آمدنی رکھتا ہوں اور عیالدار ہوں افریقہ میں پچاس روپیہ کی ایک جگہ نکلی ہے اگر حضور اجازت عنایت فرماویں تو میں چلا جاؤں۔ جواباً حضور نے لکھوایا کہ ''استخارہ مسنونہ کریں اگر دل تسلی پکڑے تو چلے جاویں۔'' میں نے استخارہ کیا اور خدا کے فضل سے ایک رویا بھی دیکھی اور دل کی تسلی بھی ہو گئی چنانچہ میں افریقہ چلا آیا مگر افسوس کہ حضرت اقدس علیہ السلام سے اس وقت ملاقات نہ کر سکا۔ غالباً نومبر 1907ء میں ہندوستان سے روانہ ہوا اور دسمبر میں نیروبی پہنچ گیا۔ نیروبی پہنچ کر احمدی دوستوں سے ملتا رہا اور مزید واقفیت احمدیت کے متعلق حاصل کرتا رہا ان دنوں نادر خاں صاحب کلنڈلی پولیس سٹیشن کے

انچارج تھے اور مجھ سے بڑی محبت اور خوش خلقی سے پیش آئے اور نیروبی میں بھائی نظام الدین صاحب ٹیلر ماسٹر اور ڈاکٹر محمد علی صاحب مرحوم اور بھائی اکبر علی خاں صاحب مرحوم جوان دنوں نیروبی میں سب انسپکٹر پولیس تھے اور ڈاکٹر عبداللہ احمدی صاحب بڑی خوش خلقی اور محبت سے پیش آتے تھے ان اصحاب کا میں تہ دل سے مشکور ہوں۔

مئی 1908ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر سنی اس وقت مجھ پر بہت رقت طاری تھی اور دھاڑیں مار کر روتا تھا، بھائی نظام الدین صاحب درزی نے مجھے کہا کہ صبر کرنا چاہیئے میں نے جواب دیا کہ آپ نے تو ماں کا دودھ اچھی طرح سے پیا ہوا ہے مگر میری مثال ایسے بچے کی سی ہے جس کی ماں بالکل چھوٹی عمر کی حالت میں فوت ہوجائے اور وہ بلک رہا ہو اور اس وقت مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کی قدر و قیمت معلوم ہوئی اور وہ پہلا موقعہ تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ مجھ سے ایک نہایت ہی عزیز چیز جدا کر لی گئی ہے میں اپنے اس صدمہ کی کیفیت کو اب بھی جب کبھی یاد کرتا ہوں تو مجھ پر رقت طاری ہوجاتی ہے۔ کچھ عرصہ مجھ پر ایک زمانہ جمود کا بھی آیا ہے وجہ یہ تھی کہ میں ایک ایسی سوسائٹی کا ممبر تھا کہ جس کا مشغلہ دن رات رنگ رلیاں منانا تھا، رات دن گانے اور خوش طبعی میں گزر جاتا تھا میرے احمدی بھائی اکثر اوقات مجھ کو سمجھایا کرتے تھے مگر میں اس طرف کم توجہ دیا کرتا، بایں ہمہ میں نے نماز کبھی نہ چھوڑی باوجود اس کے کہ میرے دوست میرے آگے سے مذاق کے طور پر مصلّٰی وغیرہ کھینچ کر لے جاتے اور پھبتیاں اڑایا کرتے تھے لیکن میں نماز میں باقاعدہ رہا اگرچہ حضور قلبی حاصل نہ تھا جو پہلے ہوا کرتا تھا، حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر باقی دوستوں کے ساتھ میں نے بھی حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت کر لی۔ غالبًا 1910ء یا 1911ء میں جب ہندوستان پہلی دفعہ رخصت پر گیا تو قادیان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے گیا اور حضور کی خدمت میں دس روپے کا ایک نوٹ بطور نذرانہ پیش کیا، حضور نے میری طرف دیکھا چونکہ اس وقت میں انگریزی ٹوپی یعنی hat پہنے ہوئے تھا، حضور حیران سے ہوئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ میں کہاں کا رہنے والا ہوں تو نہایت ظریفانہ لہجے میں آپ نے فرمایا اوہو آپ سکے زئی ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور ہاں سکے زئی ہوں، اس پر حضور نے مولوی امام الدین صاحب یا مولوی خیر الدین صاحب سیکھوانی کو جو وہاں موجود تھے ہنس کر فرمایا کہ یہ آپ کے وطنی ہیں کبھی ایسا وطنی بھی آپ نے دیکھا ہے؟ خیر اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ انہیں مہمان خانہ میں لے جا کر کھانا کھلایا جائے، اس کے بعد حضور درس حدیث جوان دنوں دیا کرتے تھے، اس میں شامل ہوتا رہا اور قرآن مجید کے درس میں بھی جو حضور مسجد اقصیٰ میں فرمایا کرتے تھے، ان میں شریک ہونے کا موقعہ ملتا رہا۔ رخصت ختم ہونے پر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور اب چونکہ میں ایک دور دراز ملک میں جانے والا ہوں حضور مجھے کوئی نصیحت فرماویں، حضور نے از راہ کرم ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر مندرجہ ذیل نصیحت دی:

اوّل۔ تمہاری خوراک پوشاک اور دنیاوی ضروریات میں حرام کی ملونی نہ ہو اس سے دعا قبول نہیں ہوتی۔

دوم۔ استغفار اور لا حول بہت پڑھا کرو اور درود شریف پڑھنے میں مداومت کرو۔

سوم۔ صحاوی نام ایک دوائی جو مسائی قوم سے مل سکتی ہے وہ لے کر بھیجیں۔

چہارم۔ ایک کتاب جس کا نام مجھے اب یاد نہیں کہ کیا لکھا تھا اس کے متعلق حضور نے تحریر فرمایا کہ زنجبار سے مل سکتی ہے وہ بھی لے کر روانہ کر دیں۔

مگر افسوس نہ تو دوائی ہی مل سکی اور نہ ہی کتاب دستیاب ہو سکی۔ بعد ازاں اپنے اہل و عیال کو لے کر نیروبی چلا آیا، نیروبی میں پھر اسی سوسائٹی میں آکر شامل ہو گیا اور روحانی حالت کچھ کمزور رہی مگر نماز خدا کے فضل سے کبھی نہ چھوڑی۔ ان دنوں ڈاکٹر فضل کریم صاحب افریقہ میں تھے جن کی داڑھی غیر معمولی طور پر لمبی ہے اور آجکل وہ اس نشان سے متمیز ہو گئے ہیں، وہ مجھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''کم بخت تیرا اور ان کافروں کا کیا جوڑ ہے تم ان سے علیحدہ کیوں نہیں ہوتے۔'' مگر میں انہیں ہنس کر ٹال دیا کرتا تھا اور میرے دوسرے دوست بھی ہنس دیا کرتے تھے۔ خیر زمانہ گزرتا گیا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، نیروبی کے تمام احمدیوں نے اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کر لی مگر میں اور محمد حسین صاحب بٹ مرحوم اور خواجہ قمر الدین صاحب مرحوم محروم رہے اور ہم نے بیعت نہ کی بعد ازاں مجھے ہندوستان جانے کا موقعہ ملا تو میں ملازمت سے الگ ہو گیا تھا لڑائی شروع ہوگئی اور میں ہندوستان میں رہا اور پھر وہیں ہندوستان میں مجھے میڈیکل کالج لاہور میں ہیڈ لیبارٹری اسسٹنٹ کی ملازمت ہوگئی۔ ان دنوں میں پیغامی بلڈنگ میں بہت جایا کرتا تھا اور طبیعت کا رجحان اور خیالات اہل پیغام کے ساتھ ہی تھے وہاں نماز پڑھا کرتا اور درس بھی وہیں سنا کرتا اور وقتًا فوقتًا اختلافی مسائل پر تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہتا تھا۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم سے میں نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ اس اختلاف میں کون حق بجانب ہے اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کہا کہ سمجھدار لوگ تو سب ہمارے ساتھ ہیں۔ انہی دنوں میں حاجی محمد موسیٰ صاحب کی دکان پر بھی جایا کرتا تھا اور وہاں منشی محبوب عالم صاحب سے جو آج کل راجپوت سائیکل ورکس کے پروپرائیٹر ہیں ان سے بھی ملا کرتا تھا اور اختلافی مسائل پر گرما گرم گفتگو ہوا کرتی تھی۔

منشی صاحب کچھ سخت الفاظ بھی استعمال کیا کرتے تھے مگر میں سمجھتا تھا کہ منشی صاحب سخت کلامی کرتے ہیں، چنانچہ منشی صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ تم پیغامی بلڈنگ کیا کرنے جاتے ہو؟ میں نے کہا کہ قرآن مجید کا درس سننے جاتا ہوں تو کہنے لگے کہ روزانہ وہاں جاتے ہو آؤ آج ہمارے ساتھ بھی قرآن مجید سننے کے لئے چلو۔ ان دنوں نماز میاں چراغ الدین صاحب مرحومؓ کے مکان پر ہوا کرتی تھی اور درس بھی وہیں ہوتا تھا جو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی دیا کرتے تھے۔ جب میں پہلی دفعہ گیا تو دوسرے پارے کے پہلے ہی رکوع کا درس تھا مولانا راجیکی صاحب ایک روانی کے ساتھ مستحکم اور مدلّل طور پر قرآن مجید کی تفسیر کر رہے تھے جو میں نے اس سے پیشتر کبھی نہ سنی تھی اس وقت مولوی صاحب کی شکل کو جب میں نے دیکھا تو میرا خیال تھا کہ یہ شخص تو کوئی جاٹ معلوم ہوتا ہے اس نے کیا درس دینا ہے مگر میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب نکات ومعارف کا دریا رواں ہیں چنانچہ میں نے منشی محبوب عالم صاحب کے پاس بھی مولوی صاحب کی تعریف کی اس پر انہوں نے کہا کہ تمہارے مولوی محمد علی صاحب نے بھی ان سے قرآن کا علم حاصل کیا ہے۔ ان دنوں میں کچھ تذبذب کی حالت میں تھا کہ میں نے ایک رویا دیکھی کہ ایک مسجد ایسی ہے جیسی کہ بٹالہ کی جامع مسجد ہے اور اس مسجد کے عین وسط میں بیٹھے ہوئے مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ پانی کہیں سے لے کر وضو کر کے نماز پڑھوں، ادھر ادھر دیکھ کر میں نے خیال کیا ہے کہ پانی وہاں نہیں ہے اس لئے میں بالمقابل پانی کی تلاش میں گیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسجد ہے جو کہ پیغامی بلڈنگ کی مسجد ہے جس میں پانی کی نلکیاں لگی ہوئی ہیں، میں وہاں پر وضو کرنے کے لئے نلکی کھولتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صاف پانی آیا ہے مگر معاً بعد گدلا سا پانی جس میں میل کی سی کثافت ہے جس کو پنجابی میں پُنہ اور انگریزی میں Algal کہتے ہیں نکلا اور میرے ہاتھوں پر پڑ گیا جس سے میں نے خیال کیا کہ یہ تو بڑا میلا پانی ہے اور وہ ختم بھی ہو گیا ہے اس کے بعد میں نے اس مسجد کی طرف واپسی کا ارادہ کیا اور وہ دیوار جو کہ اونچی معلوم ہوتی ہے اس پر میں چڑھ رہا ہوں تو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے میرے پیچھے سے آکر ٹانگ پکڑ لی ہے کہ تم یہاں کیوں آئے تھے پھر یہاں نہ آنا، میں کہتا ہوں کہ مجھے آنے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد جب میں اس مسجد کی طرف واپس گیا ہوں تو وہاں پر نہایت مصفا پانی کا ایک حوض ہے اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ایک حدیث کا درس دے رہے ہیں جو حنائی کاغذ پر چھپی ہوئی ہے اور اس کے حاشیوں پر بھی گنجان چھپا ہوا ہے، میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہاں تو پانی کثرت کے ساتھ ہے اور میں پہلے بھولا ہی رہا خیر جس وقت میں وضو کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں تو مستری محمد موسیٰ صاحب کا لڑکا محمد حسین تلوار لے کر میرے سر پر کھڑا ہوا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے میرے متعلق یہ حکم ہوا ہے کہ میں منافق ہوں اور مجھے قتل کر دیا جائے، میں نے محمد حسین کی طرف مڑ کر دیکھا کہ تم ایک مومن کے قتل کے لئے تلوار اٹھاتے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ میں مومن ہوں۔ اس کے بعد نظارہ بدل گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہوں اور چھوٹے چھوٹے لڑکے سرخ اور سفید رنگ کی وردیاں پہنے ہوئے جیسا کہ ہولی ہوتی ہے ماتم کر رہے ہیں اور محرم کے دن معلوم ہوتے ہیں میں تلوار لے کر ان لڑکوں کی طرف جاتا ہوں اور کہتا ہوں چلے جاؤ چنانچہ وہ لڑکے بھاگ گئے ہیں اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے .... کہ میرے لڑکے عبد الغفور خان کا مکان ہے اور میں اس کمرے میں داخل ہونے کے لئے جب جاتا ہوں تو پولیس کے سپاہی تلاشی لینے کے لئے آئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ میرے پاس جو تلوار بغیر لائسنس ہے اس کی تلاشی کے لئے آئے ہیں مگر میں دل میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تلوار تو میں افریقہ سے لایا ہوا ہوں، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اس رویا کو میں نے شاید چند ایک دوستوں کے پاس بیان بھی کیا تھا اور شاید مجھے مستری محمد موسیٰ صاحب نے کہا تھا کہ کاش کہ خواب میں قتل کر دیئے جاتے تو بہت اچھا ہوتا کہ منافقت بالکل مٹ جاتی۔ اس کے بعد میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی بیعت کی اور پھر میں خدا کے فضل سے سلسلہ سے اخلاص و محبت میں ترقی کرتا گیا۔ اس کے بعد.... میں ملازمت کے سلسلہ میں زنجبار چلا آیا اور اس کے بعد جب کبھی رخصت پر مجھے قادیان جانے کا موقعہ ملتا رہا تو وہاں پر اپنی استطاعت کے مطابق علم دین حاصل کرتا رہا۔ زنجبار میں اپنی وسعت کے مطابق تبلیغ دین حق کے لئے کوشش کرتا رہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب اور انگریزی لٹریچر سلسلہ احمدیہ کا تقسیم کرتا رہا، زبانی بھی تبلیغ کا فریضہ حتی الوسع ادا کرتا رہا مگر افسوس کہ زنجبار کی سنگلاخ زمین میں سے پودہ تا حال بارآور نہ ہوا ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آئندہ کوئی سامان سلسلہ کی اشاعت کا اس ملک میں پیدا کر دے، اس کا باعث میں اپنی کمزوری سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ جب میں قادیان میں رخصت پر گیا ہوا تھا مجھے مرض ذات الجنب ہوگئی اور میں قریب المرگ تھا اس وقت مجھے وصیت کا خیال آیا لیکن نظارت بہشتی مقبرہ نے وصیت منظور کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ صحت ہونے پر دیکھا جاوے گا الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تندرستی بخشی اور میں اس قابل ہوا کہ میں وصیت بحالت صحت کر دوں چنانچہ میں اور میری اہلیہ نے اسی وقت وصیت کر دی اور خدا کے فضل سے اور اس کی توفیق سے وصیت کا حصہ آمد باقاعدگی سے ادا کرتا ہوں، الحمد للہ علیٰ ذالک۔''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12 صفحہ 227-211)

آپ بہت جوشیلے رعب اور دبدبے والے شخص تھے حق کے بیان سے نہیں ڈرتے تھے اس طبیعت کی وجہ سے لوگوں نے آپ کا نام "کڑک" رکھ دیا کہ یہ تو کڑک دل ہے، اس وقت سے فیملی کا نام کڑک چلا آ رہا ہے۔ افریقہ میں تبلیغی مساعی کا آپ نے ذکر کیا ہے، اخبار الفضل زنجبار میں ایک یوم التبلیغ کی رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"8۔ اکتوبر کو ایک دعوت کا انتظام کیا گیا جس میں مسلم وغیر مسلم وغیرہ اصحاب کو بلایا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن پیش کیا گیا ڈاکٹر عبد الغنی صاحب نے ایک پُر جوش تقریر انگریزی میں کی، بعدازاں ڈاکٹر صاحب (مراد ڈاکٹر شاہنواز صاحب بھٹی) نے بھی انگریزی میں تقریر کی ہر دو تقریروں کا اثر اچھا ہوا دعوت کے تمام اخراجات ڈاکٹر عبدالغنی صاحب نے ادا کئے۔"

(الفضل 24 نومبر 1932ء صفحہ 2 کالم 3)

تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان چلے آئے، گوجرانوالہ میں گل روڈ پر آپ کو گھر الاٹ ہوا جو ایک ہندو کا تھا اور اس میں ایک مندر بھی تھا آپ نے کلہاڑی سے سب سے پہلے اس کی مورتیاں توڑیں۔ آپ گوجرانوالہ کے امیر رہے یہاں بھی بہت تبلیغ کرتے تھے مشہور تھا کہ یہ احمدیوں کا گڑھ ہے St. Mary سکول کے ساتھ آپ کا کلینک تھا۔ 56-1955ء میں لاہور چھاؤنی میں گھر لیا تو سب سے پہلے آپ نے اذان دی اور باہر صحن میں دعا کرائی کہ یہ گھر جماعت کا مرکز رہے گا۔ حضرت کڑک صاحب نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ تم اپنے اس گھر کو جماعت کا مرکز بناؤ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں بیان شدہ برکتیں اس گھر میں نازل ہوتی دیکھو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے عرصہ تک یہ گھر نماز وغیرہ کا سنٹر رہا، 1974ء میں جب حالات خراب ہوئے تو اس گھر میں بہت لوگ آ کر ٹھہرے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت سے پہلے لاہور میں آخری مجلس سوال و جواب اسی گھر میں کی، اس کے علاوہ اس گھر کو بہت سے جماعتی بزرگان کی میزبانی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی اولاد نے گھر سے ملحقہ ایک خوبصورت اور با موقع پلاٹ مسجد کے لئے وقف کیا ہے جو آج کیولری گراؤنڈ کا سنٹر ہے۔

آپ کی شادی شیخوپورہ کے قریب ایک گاؤں میں رہنے والی محترمہ برکت بی بی صاحبہ کے ساتھ ہوئی، وہ ان پڑھ تھیں لیکن جماعتی اجلاسات وغیرہ میں بیٹھنے کی وجہ سے بہت کچھ سیکھا تھا، وہ اپنے خاندان سے اکیلی احمدی ہوئی تھیں پھر ایک بھائی محمد دین صاحب نے بھی بیعت کی تھی۔ محترمہ برکت بی بی صاحبہ نے یکم دسمبر 1962ء بروز ہفتہ وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں، آپ بہت نیک، صابر و شاکر اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ ان کے بطن سے آپ کے پانچ بچے پیدا ہوئے:

(1) ڈاکٹر عبدالغفور کڑک (آگے اولاد: عبدالمنعم کڑک صاحب، عبدالمحسن خالد کڑک اور چھ بیٹیاں)

(2) صداقت بیگم (جوانی میں فوت ہوگئیں)

(3) محمودہ نیر صاحبہ اہلیہ حضرت عبدالرحیم نیر صاحب رضی اللہ عنہ

(4) عبدالسبوح کڑک صاحب گوجرانوالہ

(5) عابدہ زوجہ ڈاکٹر محمد احمد

آپ کی اولاد اللہ تعالیٰ کے فضل سے پڑھی لکھی اور خادم دین ہے، آپ کے بڑے بیٹے عبدالغفور کڑک صاحب کی شادی سلسلہ احمدیہ کے بزرگ حضرت شیخ عبد الرشید صاحب بٹالوی رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی، عبدالغفور صاحب کے چھوٹے بیٹے عبدالمحسن خالد کڑک صاحب 1971ء کی جنگ میں شہید ہوئے حکومت پاکستان نے انہیں ستارۂ جرأت سے نوازا، انہی کے نام پر 29 کیولری میں کڑک بٹالین ہے اسی طرح آپ کے نام پر لاہور کینٹ میں کڑک سٹریٹ ہے۔ آپ کی اولاد اللہ کے فضل سے USA میں بھی آباد ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالغنی کڑک صاحب رضی اللہ عنہ نے 10 جولائی 1965ء کو لاہور میں بعمر 80 سال وفات پائی، 11 جولائی کو جنازہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے احاطہ میں محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے پڑھایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ صحابہ میں قبر تیار ہونے پر مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے دعا کروائی۔

(الفضل 14 جولائی 1965ء صفحہ 8)

قطبی ستارے

سانحۂ لاہور کے زندہ و تابندہ کردار

جمیل احمد بٹ، کراچی پاکستان

گلہائے رنگا رنگ

گزشتہ سال 28 مئی کو لاہور کی دو مساجد میں دہشت گردوں کے ہاتھوں 87 احمدی شہید ہوئے اور 120 زخمی۔ ان جان نثاروں کا یکجائی سے تذکرہ ایک ایسے گلستان کے ذکر کے ہم رنگ ہے جس میں قسم ہا قسم کے پھول ہوں جو علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے سے مختلف ہوں لیکن مجموعی خوبصورتی، خوشبو اور خوش نظری میں یکساں۔ ان مشترک خوبیوں کی تفصیل میں جانے سے پہلے کچھ ذکر اس بظاہر فرق کا۔

Origin

وہ جگہیں جہاں ان شہداء کے بزرگ رہتے تھے برصغیر کے نقشے میں دُور دُور پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں صوبہ پنجاب کے بیشتر اضلاع کے ساتھ گلگت (صوبہ گلگت و بلتستان)، محراب پور (صوبہ سندھ)، کوٹلی (آزاد کشمیر)، جموں (مقبوضہ کشمیر)، مشرقی پنجاب (بھارت) کے اضلاع گورداس پور، امرت سر، جالندھر اور پٹیالہ اور فاصلوں پر واقع شہر انبالہ، کرنال، امروہہ، حیدر آباد دکن اور بہار شامل ہیں۔ ان علاقوں میں سے کئی اپنے خاص تمدن اور مزاج کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔ زبان کے اعتبار سے یہ مختلف لہجوں کی پنجابی کے ساتھ سرائیکی، گلگتی، سندھی، کشمیری زبانیں اور یوپی، حیدر آبادی اور بہاری لہجے میں اردو بولنے والے تھے۔

تعلیم

ان میں سے بیشتر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے گو وہ ڈگریاں جو انہوں نے حاصل کیں مختلف اور الگ الگ میدانوں میں تھیں جیسے شاہد، ایم بی اے، انگریزی، ماس کمیونیکیشن اور کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز، میڈیکل، انجینئر نگ، ایجوکیشن، قانون، کامرس، کمپیوٹر اور آرٹس گریجویشن۔ پھر ان میں چند وہ تھے جو انٹر اور میٹرک تھے اور اکا دکا مڈل اور پرائمری بھی۔

روزگار

یہ سب مختلف النوع ذرائع سے حصولِ رزقِ حلال کے لئے کوشاں تھے یا رہ چکے تھے، ان میں مربی سلسلہ، بیرسٹر، ایڈووکیٹ، پریکٹسنگ ڈاکٹرز، سول انجینئر، کنٹریکٹر، کالم نگار، ریڈیو نیوز ریڈر اور زمیندار بھی تھے، ہر سطح کے سرکاری اور پرائیویٹ ملازم بھی جیسے 20 گریڈ کے چیف انجینئر ریلوے، کالج پروفیسر، بینک وائس پریزیڈنٹ، سرکاری ہسپتال میں AMS، 17 گریڈ کے افسر، واپڈا میں افسر، ویٹرنری افسر، پرائیویٹ اداروں میں مینیجر، ٹیچر، ریلوے کلرک، سیٹلائٹ ٹیکنیشن، نیوی فوٹو گرافر، الیکٹریشن، ڈرائیور اور سیکیورٹی گارڈز۔ اور چھوٹے بڑے کاروبار کرنے والے بھی جیسے قالین، زری، پرنٹنگ ایجنسی، کوک ڈسٹری بیوشن، انجینئر نگ ورک شاپ، کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور ٹرانسپورٹ شامل ہیں۔

پھر ان میں وہ بھی تھے جو اپنے شعبوں میں کامیاب زندگی گزار کر اب ریٹائر ہو چکے تھے۔ یہ جن عہدوں پر رہے ان میں فوج کے میجر جنرل، کیپٹن، آرمی سٹور کیپر اور عام فوجی، سول کے نیب کے جج، مناپلی کنٹرول کے رجسٹرار، ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر، ویلفیئر افسر، واپڈا افسر اور بینکوں کے AVP اور مینیجر، اسکول ہیڈ ماسٹر اور ٹیلی فون، واپڈا اور اوقاف کے ملازمین شامل ہیں اور انہی میں وہ نوجوان بھی تھے جو ابھی بڑی ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تیاری کے مرحلہ میں تھے اور MBBS, BBA اور 1st year کے طالب علم تھے۔

ازدواجی حیثیت اور بچے

ان شہداء میں سے 8 غیر شادی شدہ تھے جبکہ 3 کے پسماندگان میں بیویوں کا ذکر نہیں۔ اس طرح ان قربانیوں سے 75 خواتین بیوہ ہوئیں جن میں سے 3 کی شادی کا دورانیہ صرف ڈیڑھ سال تھا۔ شہداء کی عمروں کے لحاظ سے کم از کم 7 اور کی

شادی شدہ زندگی 4/5 سال سے زائد نہ تھی۔ وہ بیوائیں جن کے شوہروں کی عمریں 26 تا40 سال تھیں ان کی مجموعی تعداد 19 ہے۔ ان شہداء کے یتیم ہونے والے بچوں کی کل تعداد 257 ہے۔ جن میں سے خدام کی عمر کے شہداء کے بالکل چھوٹی عمر کے بچے 43 ہیں جن میں 4 ایسے بچے بھی شامل ہیں جو اپنے والدین کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے یعنی مکرم محمد آصف فاروق صاحب کا بیٹا مسرور آصف 5 جون کو، مکرم نورالامین صاحب کا بیٹا نور احمد امین 15 جون کو، مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب کا بیٹا مسعود احمد ثانی 22 جون کو اور مکرم مرزا منصور بیگ صاحب کی پہلی بچی ہبۃ الاعلیٰ 21 اکتوبر 2010 کو پیدا ہوئی۔

عرصۂ حیات

یہ قربان ہونے والے ہر عمر کے تھے۔ ایک انتہا پر 90 سال سے زائد عمر کے بزرگ مکرم چوہدری محمد مالک چڈھر صاحب بعمر 93 سال اور مکرم میجر جنرل ناصر چوہدری صاحب بعمر 91 سال تھے اور دوسری پر نوخیز Teenagers ساڑھے سترہ سالہ مکرم ولید احمد صاحب اور 19 سالہ مکرم مرزا شاہل منیر صاحب تھے۔ ان کے درمیان 24 شہید 21 سے 40 سال یعنی خدام کی عمر کے تھے۔ 41 سال سے 60 سال کی عمر کے 29 اور 61 سے 90 سال کی عمر کے 29 حضرات تھے۔ جبکہ ان سب کی مجموعی اوسط عمر 54 سال تھی۔

عرصہء احمدیت

ان شہداء میں سے 22 ایسے تھے جن کے پڑدادا یا دادا کو حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق ہونے کا اعزاز حاصل تھا جن میں سے ایک قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کے پوتے تھے اور ایک شہید کے دادا '313 رفقاء' میں شامل تھے۔ 4 شہداء ایسے تھے جن کے خاندان کے دیگر بڑے رفقاء میں شامل تھے۔ پھر 23 ایسے تھے جن کے پڑدادا۔ دادا یا نانا احمدی ہوئے گو رفقاء میں سے نہ تھے۔ دیگر 19 کے والدین نے احمدیت قبول کی۔ اس طرح مجموعی طور پر ان شہداء میں سے 17 چوتھی نسل کے 32 تیسری نسل کے اور 19 دوسری نسل کے احمدی تھے۔ جبکہ 7 شہید ایسے تھے جو کہ خود احمدی ہوئے ان میں سے ایک نے 2008ء میں اور ایک نے ایک سال پہلے مارچ 2009ء میں احمدی ہونے کا شرف پایا۔ 11 شہداء کے حالات میں یہ مذکور نہیں کہ ان کے خاندان میں احمدیت کب آئی۔

مجموعہء صفاتِ حسنہ

یہ جملہ تہذیبی، معاشرتی اور معاشی فرق' احمدیت کی چھاپ تلے کس طرح بے حقیقت ہو جاتے ہیں اس کا اندازہ ان اعلیٰ صفاتِ حسنہ سے ہوتا ہے جو ان سب شہداء میں قدرِ مشترک تھیں۔ یہ سب لوگ نیک دل، ہمدرد، با اخلاق، اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں:

'اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کو بہت سی عظیم الشان خوبیوں سے متصف کیا تھا، نمازوں کا اہتمام، تلاوت میں باقاعدگی، خلافت سے محبت اور اخلاص و وفا، بچوں کی نیک تربیت اور اس پہلو سے ان کی مسلسل نگرانی جیسے اوصاف ان سب شہداء میں نمایاں طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے۔ اپنے ماتحتوں اور ساتھ کام کرنے والوں سے حسنِ سلوک اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، غریبوں سے ہمدردی، تمام رشتوں کا خیال رکھنا ان کے بنیادی اخلاق کا حصہ تھے'۔

(پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 29 اکتوبر 2010ء ماھنامه انصاراللہ نومبر دسمبر 2010ء)

ان شہداء کے حالات میں ذکر ہونے والی خوبیوں میں سے کچھ کو چند عناوین کے تحت یکجا کرنے کی ایک کوشش درج ذیل ہے:

خلافت کے فدائی

'خلافت سے محبت کرنے والے تھے'، 'خلافت اور جماعت سے عشق تھا'، 'خلافت سے آپ کو والہانہ عشق تھا'، 'خلافت کے شیدائی تھے'، 'خلافت سے عشق تھا'، 'نظام خلافت سے محبت اور وفا کا تعلق رکھنے والے تھے'۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

'پس یہ لوگ تھے جنہوں نے عبادات اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے نظام خلافت کو دائمی رکھنے کے لئے آخر دم تک کوشش کی اور اس میں نہ صرف سرخرو ہوئے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین معیار بھی قائم کئے یہ لوگ اپنے اپنے دائرہ میں خلافت کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں'۔ 'یہ سلطان نصیر تھے خلافت کے جن کے لئے خلیفہء وقت دعا کرتا رہتا ہے کہ مجھے عطا ہوں'۔

(خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 9 جولائی الفضل ربوہ 24 اگست 2010ء)

جماعت کے خدمت گزار

بیشتر شہداء جماعت اور ذیلی تنظیموں کے مستعد کارکن تھے یا رہ چکے تھے چند وہ ذمہ داریاں جوان کے حالات میں مذکور ہیں درج ذیل ہیں:

مربی ضلع، ممبر قضا بورڈ، رکن فقہ بورڈ، ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن، عراق میں قیام جماعت میں مددگار، نائب امیر جاپان، امراء اضلاع، امراءِ شہر، ضلعی سیکریٹریان، صدور حلقہ، سیکریٹریان حلقہ، MTA کے کارکن۔

مجلس انصاراللہ میں زعماء اعلیٰ، نائب زعیم اعلیٰ، منتظمین، زعماء

مجلس خدام الاحمدیہ میں صدر مجلس خدام الاحمدیہ جاپان، قائدین علاقہ، قائدین اضلاع، نائب قائد، معاون قائد ضلع، ناظمین مجلس، نائب ایڈیٹر ماہنامہ خالد اور آڈیٹر AACP۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

مجموعی طور پر جماعت سے فدائیت کے تعلق میں درج ذیل پہلو ذکر ہوئے ہیں۔

'بہت مخلص'۔'جماعت کا درد رکھنے والے'۔'محبت اور اخلاص سے دن رات محنت کرنے والے'۔'بے لوث خدمت کرنے والے'۔ 'اطاعت گزار'۔ 'جماعتی کاموں کے لئے ہر وقت تیار'۔'بڑی انتظامی صلاحیت تھی'۔'کبھی نہ نہ کرنے والے وجود'۔'جماعت سے خاموش لیکن گہری وابستگی اور عشق کی حد تک پیار'۔'مربیان سلسلہ سے بہت لگاؤ'۔'وقت کی قربانی میں پیش پیش'۔'قربانی کا بہت جذبہ تھا'۔'اعلیٰ معیار کی قربانی کرنے والے تھے'۔'نیکی کے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے'۔'اطاعت کا مادہ بہت زیادہ تھا کبھی کسی کے کام سے انکار نہیں کیا نہایت خدمت گزار تھے'۔

'حضرت مسیح موعود کی کتب بڑے شوق سے پڑھتے تھے'۔'احمدیت کا بہت علم تھا انہوں نے بہت ساری بیعتیں بھی کروائیں، دعوت الی اللہ کے شیدائی تھے، بڑے بڑے مولویوں کو لاجواب کر دیتے تھے'۔'دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا'۔'مالی قربانی میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے'۔'مالی قربانیوں میں پیش پیش تھے'۔'چندہ جات کی ادائیگی باقاعدہ تھی'۔'اپنی استطاعت سے بڑھ کر چندہ ادا کرتے تھے'۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

تقویٰ شعار

'درویش صفت'۔'پرہیزگار'۔'ہر وقت ذکرِ الٰہی اور استغفار میں مصروف'۔ 'خدا پر توکل کرنے والے انسان تھے'۔'بڑے عبادت گزار'۔'ہر سال اعتکاف بیٹھا کرتے'۔'نیک انسان تھے اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا'۔'پانچ وقت نمازی'۔'باجماعت نماز کے پابند'۔'نمازوں میں خوب روتے تھے'۔

'بچپن سے نماز تہجد کے عادی تھے کبھی تہجد نہیں چھوڑی'۔'تہجد گزار'۔تہجد کے پابند'۔'ہمیشہ تہجد پڑھنے والے'۔'دل کے صاف'۔'نیکی کو ہمیشہ چھپا کر کرتے'۔'درود شریف بہت پڑھتے'۔'متقی شخص تھے'۔'پانچوں وقت نماز کے بعد تلاوت کیا کرتے تھے، تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد روزے رکھتے تھے'۔'بہت سادہ دل، نیک اور ہر حال میں صبر وشکر کرنے والے انسان تھے'۔'دعا گو انسان تھے'۔'دعاؤں کی طرف خاص توجہ تھی'۔'رات ایک بجے اٹھ جاتے تھے پھر نماز تہجد اور دعاؤں میں مشغول رہنا ان کا کام تھا'۔'گھنٹوں قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے'۔'نماز تہجد کا بہت خیال رکھتے تھے'۔'قرآن باقاعدگی سے پڑھتے تھے'۔'نماز میں توجہ سے دعا کرتے، ان کی آنکھیں نمناک ہو جاتیں'۔'سعید فطرت اور نیک سیرت انسان تھے'۔'بہت دعا گو انسان تھے'۔'روزانہ اونچی آواز میں تلاوت قرآن کریم کیا کرتے'۔'تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے'۔'تہجد میں کبھی ناغہ نہیں کیا'۔'دارالذکر سے خاص لگاؤ تھا'۔'کبھی تہجد نہیں چھوڑی'۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

بااخلاق

'بہت حلیم طبع'۔'بہت سادہ اور صابر'۔'اصول پسند اور وقت کی پابندی کرنے والے'۔'عاجزی بہت زیادہ تھی، کبھی کسی سے لڑائی نہیں چاہتے تھے ہمیشہ صلح میں پہل کرنے والے تھے'۔'رویہ کے بہت اچھے تھے'۔'انتہائی مہمان نواز'۔'منکسر المزاج'۔'انتہائی نرم دل'۔'گھر میں کسی قسم کی غیبت کو ناپسند کرتے اور منع کر دیتے'۔'بڑے اچھے انسان تھے'۔'بہت محنتی'۔'بڑے صاف گو'۔'نہایت سیدھے سادے، کبھی کسی سے کوئی زیادتی نہیں کی'۔'نہایت شریف، سادہ'۔'بڑے ہنس مکھ'۔'صلہ رحمی کرنے والے تھے'۔'بڑے زندہ دل انسان تھے'۔'بہت دیانت دار تھے'۔'جھوٹ تو منہ سے نکلتا ہی نہ تھا، ہمیشہ سچ بولا اور سچائی کا ساتھ دیا'۔'سسرالی اور دیگر رشتے داروں کا بہت خیال رکھتے تھے' 'بہت پیار کرنے والے تھے'۔'بڑے نرم گفتار تھے، اخلاق بہت اچھے تھے'۔'بہت ہی نرم طبیعت کے مالک تھے'۔'ہمدرد اور ملنسار انسان تھے'۔'بہت صلح پسند، شریف، بے ضرر انسان تھے'۔'سب کے دوست تھے'۔'امانتوں کی حفاظت کرنے والے'۔'وعدوں کا ایفاء کرنے والے'۔'محنتی انسان تھے'۔'حسن سلوک، مہمان نوازی اور بیماروں کی تیمار داری کرنے کی خوبیاں نمایاں تھیں'۔'مہمان نوازی کی صفت تو آپ میں کوٹ کوٹ کر

بھری ہوئی تھی‘۔’بہت نفیس آدمی تھے‘۔’نہایت خوش اخلاق‘۔’صاف گو‘۔’چھوٹوں اور بڑوں کی عزت کرنے والے اور سب میں ہر دل عزیز تھے‘۔’کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا ہمیشہ صبر کی تلقین کرتے‘۔’انتہائی حلیم طبیعت کے مالک تھے کبھی غصے میں نہیں دیکھا‘۔’عاجزی اور انکساری کمال کی تھی،آپ میں کمال کی ستاری دیکھی‘۔’سادہ مزاج‘۔’علم پسند‘۔’دوسروں سے ہمدردی اور محبت سے پیش آتے تھے‘۔’احساسِ ذمہ داری بہت زیادہ تھا‘۔’ہر ایک کے ساتھ دوستی اور پیار کا تعلق قائم کرتے اور بڑی سے بڑی مصیبت اور دکھ کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے مسکرانے والے تھے‘۔’نہایت لائق ،ذہین اور محنتی جوان تھے‘۔’نہایت ہی اچھے انسان تھے‘۔

ان اعلیٰ اخلاق کی بدولت ان میں سے بعض کے بارے میں درج ذیل یہ ذکر بھی آئے کہ وہ غیروں میں بھی بہت مقبول تھے

’دیانت داری کی وجہ سے لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے‘۔’اپنے تعلیمی ادارے میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہادت کے بعد تدفین والے دن اس کے اساتذہ اور طلباء نے ایک دن میں تین بار تعزیتی تقریب منعقد کی‘۔’غیر احمدی مالکن مکان کہتی تھی کہ میں یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کو ان جیسا انسان بنائے‘۔’اپنے علاقے میں اپنی شرافت اور ایمان داری کی وجہ سے بہت مشہور تھے‘۔’دیانت داری کی وجہ سے جیولرز ڈیڑھ ڈیڑھ کروڑ کی جیولری ان کے حوالے کر دیا کرتے تھے‘۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید ہ اللہ تعالیٰ بنصرِہ العزیز
الفضل ربوہ20 جولائی،27جولائی،3اگست،10اگست اور 24 اگست 2010ء)

انسان دوست

’ملازموں اور غریبوں سے بڑی ہمدردی کیا کرتے تھے‘۔’بہت مدد کرنے والے اور بہت خدمت خلق کرنے والے انسان تھے‘۔’ہر ماہ کئی لاکھ روپے خدمت خلق میں خرچ کر دیتے تھے،ایک فری ڈسپنسری چلاتے تھے،بہت سے لوگوں کو ماہانہ خرچ دیتے تھے‘۔’علاقے میں سماجی کارکن کے نام سے مشہور تھے‘ ’سب کا خیال رکھتے تھے‘۔’خدمت خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا‘۔’جب بھی کسی کو ضرورت پڑتی تو خون کا عطیہ دے دیا کرتے تھے‘۔’ہمیشہ اپنی تکلیف کے باوجود دوسروں کی مدد کرتے‘۔’غریب پرور اور ہر ایک سے شفقت اور محبت کا سلوک کرنے والے تھے،کسی کی تکلیف کا پتہ چلتا تو فوراً دعا شروع کر دیتے‘۔’ضرورت مندوں کا خیال رکھتے تھے‘۔’حقوق العباد کی ادائیگی ان کا خاص وصف تھا‘۔’سخاوت ان کی زندگی کا بڑا خلق تھا۔لوگوں کو بڑی بڑی چیزیں مفت بھی دے دیا کرتے تھے‘۔’دروازے پر اگر کوئی ضرورت مند آجاتا تو کبھی اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا‘۔’غریبوں کے کیس مفت کرتے تھے‘۔’خدمت خلق نہایت مستقل مزاجی سے کرتے تھے‘۔’ہر ایک سے ہمدردی کرتے تھے‘۔’رحم دل اور غریبوں کے ہمدرد‘۔’خدمت خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا‘۔’حقیقی معنوں میں انسانیت کی خدمت کرنے والے تھے،کبھی کسی امیر غریب میں فرق نہیں کیا،سب سے ایک جیسا ہمدردانہ سلوک کرتے تھے، جب بھی کوئی ضرورت مند آجاتا تو آپ خدمت کے لئے تیار ہو جاتے‘۔’جو بھی آپ کو پینشن ملتی وہ ساری کی ساری غریبوں پر خرچ کر دیتے تھے‘۔’غریبوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے‘۔’خاص طور پر یتیم بچے اور بچیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے‘۔’اپنی ضروریات سے بچا کر غریب اور ضرورت مندوں کی بلا تفریق مذہب وملت مدد کرتے تھے‘۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید ہ اللہ تعالیٰ بنصرِہ العزیز
الفضل ربوہ20 جولائی،27جولائی،3اگست،10اگست اور 24 اگست 2010ء)

فرمانبردار اور خدمت گزار بیٹے

’والدین کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے‘۔’والدہ بیمار تھیں تو ساری ساری رات جاگ کر خدمت کی،والد بیمار ہوئے تو ساری ساری رات جاگ کر انہوں نے سنبھالا‘۔’والدہ کہتی ہیں کہ میرا بیٹا بڑا پیارا تھا،میرا بڑا خیال رکھتا تھا‘۔’والدصاحب کی بہت اطاعت کرتے تھے‘۔’وفات سے قبل بھرپور طریقے سے والدین کی خدمت کا موقع ملا‘۔’والدین کی خدمت بڑی توجہ سے کیا کرتے تھے‘۔’انہوں نے والد،والدہ کی کافی خدمت کی‘۔’خدمت کا حق ادا کیا‘۔’اپنے والدین اور بزرگوں کے نہایت فرمانبردار تھے،والدین کے ساتھ کبھی بھی اونچی آواز سے بات نہیں کی بلکہ اس چیز کو گناہ سمجھتے تھے‘۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید ہ اللہ تعالیٰ بنصرِہ العزیز
الفضل ربوہ20 جولائی،27جولائی،3اگست،10اگست اور 24 اگست 2010ء)

شہداء کے والدین کے چند اظہار

مطبوعہ رسالہ انصاراللہ نومبر/دسمبر 2010ء

’میرا خدمت گزار تھا اور میری خدمت کرتا تھا چاہے جتنا بھی تھکا ہوا کیوں نہ ہو (والد)‘۔’میرا بیٹا بہت ہی نیک اور فرمانبردار تھا (والدہ)‘۔’روزانہ جب میں سونے کے لئے لیٹتا تو میرے پاؤں دباتے اور جب صبح اٹھتا تو سیب کاٹ کر مجھے دیتے تھے (والد)‘۔’میرا بیٹا ہماری جان و دل سے خدمت کرتا تھا ،باپ کی بیماری میں گو سب بچوں نے خدمت کی لیکن اس بچے نے تو حد کر دی مالی اور جسمانی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور والد کی خوشنودی حاصل کی (والدہ)‘۔’میں اگر گھر میں کام کرتی تھی تو میرے ساتھ کام کرواتا تھا کبھی کسی کام سے انکار نہیں کیا (والدہ)‘۔’بہت اخلاق

والا، محبت والا اور بہت نیک تھا مجھے کوئی تکلیف ہوتی تو رات کو اٹھ کر میرے پاس بیٹھ جاتا اور مجھے تسلیاں دیتا کہ اللہ فضل کرے گا، اس تسلی سے میں آدھی ٹھیک ہو جاتی تھی (خوش دامن)'۔ 'والدہ کی بہت خدمت کرتے تھے اگر وہ چارپائی سے نیچے اترتیں تو وہ جوتی سیدھی کر کے رکھتے تھے (بھابھی)'۔

محبت کرنے والے مہربان شوہر

'بیوی بچوں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے'۔ 'مثالی شوہر تھے'۔ 'اہلیہ کہتی ہیں کہ ہمارے دونوں خاندانوں میں ہماری ازدواجی زندگی ایک مثال تھی، پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں اور ہر بیٹی کی پیدائش پر یہ کہتے تھے کہ رحمت آئی'۔ 'اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ بہت محبت کرنے والے تھے شادی کے 23 سالوں میں میرے خاوند نے کبھی کوئی ترش لفظ نہیں بولا'۔ 'اہلیہ کہتی ہیں مجھے کبھی کسی دوست کی ضرورت نہیں پڑی مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا کہ مجھے کوئی دوست یا سہیلی بنانی چاہیئے، گھر کے سارے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے تھے، یہاں تک کہ برتن بھی دھلوا دیتے تھے'۔ 'اہلیہ کہتی ہیں تین بیٹیاں ہیں اور کبھی اظہار نہیں کیا کہ بیٹا نہیں ہے'۔ 'گھر کی سب ذمہ داریاں پوری کرتے تھے'۔ 'اہلیہ کہتی ہیں کہ میری رفاقت ان سے 39 سال رہی کبھی انہوں نے مجھے اف نہیں کہا'۔ 'بیوی بچوں سے بہت پیار کرتے تھے'۔ 'اہلیہ کہتی ہیں ہماری گھریلو زندگی بھی بڑی مثالی تھی، مثالی باپ تھے، مثالی شوہر تھے، ہر طرح سے بچوں کا اور بیوی کا خیال رکھنے والے'۔ 'اہلیہ کہتی ہیں ایک نہایت محبت کرنے والے شوہر تھے، میری چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے اور کبھی تھکی ہوتی تو کھانا بھی بنا دیا کرتے، گلے شکوے کی عادت نہ تھی'۔ 'اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ میرے خاوند ایک مثالی شوہر تھے، ہماری شادی تقریباً 20 سال قبل ہوئی تھی'۔ 'اہلیہ نے لکھا کہ میرا اور ان کا ساتھ تو صرف ڈیڑھ سال کا تھا لیکن اسی عرصہ میں مجھے نہایت ہی پیار کرنے والے شفیق، کم گو اور سادہ طبیعت انسان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا... میری چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت کا خیال رکھا'۔ 'اہلیہ لکھتی ہیں میں نے اپنی پوری شادی شدہ زندگی میں ان کے منہ سے کبھی کوئی سخت بات نہیں سنی، کبھی میں کسی بات پر ناراض ہوتی تو بڑے پیار سے مناتے اور جب تک میری ناراضگی دور نہیں ہو جاتی منانا نہیں چھوڑتے تھے'۔

(بحوالہ خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز الفضل ربوہ 20 جولائی، 27 جولائی، 3 اگست، 10 اگست اور 24 اگست 2010ء)

شہداء کی بیویوں کے چند اظہار

مطبوعہ رسالہ انصار اللہ نومبر/دسمبر 2010ء

'کھانا کھاتے وقت ایک نوالہ میرے منہ میں بھی ڈال دیتے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے'۔ 'انتہائی مہربان شوہر تھے'۔ 'آپ بہت ہی پیار کرنے والے انسان تھے'۔ 'مجھے انہوں نے بہت کچھ سکھایا، 13 سالوں میں مجھے کوئی تکلیف نہ دی'۔ 'کمال کا انصاف کرنے والے تھے پہلی زوجہ اور گھر والوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے'۔ 'مجھ سے بہت ہی محبت کرتے تھے اور میرا بہت خیال رکھتے تھے'۔ 'بہت ہی نیک انسان تھے، ہمارا کبھی بھی جھگڑا نہیں ہوا'۔ 'میری تمام چھوٹی بڑی ضروریات اور خواہشات کا خیال رکھا اور تمام جائز خواہشات کو ہمیشہ پورا کرنے کی کوشش کی، اپنے خاندان میں ہر موقع پر میری عزت اور مقام کا خیال رکھا، اگر میرے ساتھ کبھی کسی معمولی بات پر لڑائی جھگڑا ہو جاتا تو دفتر جا کر بہانے بہانے سے فون کرتے اور یوں ناراضگی اسی دن دور ہو جاتی'۔ 'آپ بہت ہی پیار اور عزت کرنے والے شوہر تھے، کبھی بھی کسی جائز بات سے انکار نہیں کیا تھا'۔ 'مجھ سے بہت پیار کرتے تھے'۔ 'بہت ہی شریف انسان تھے، آج تک انہوں نے میرے ساتھ اونچی آواز میں بات نہیں کی، ہر چیز کا خیال رکھتے تھے'۔ 'انہوں نے مجھے وہ اعتماد دیا جو شاید مجھ میں نہ تھا'۔ 'آپ ایک محبت کرنے والے اور پیار کرنے والے انسان تھے'۔ 'بچوں اور میرے ساتھ بہت شفیق تھے اور آج تک مجھے کوئی بات بھی نہیں کی اور اف تک نہیں کیا'۔ 'آپ بہت اچھے انسان تھے، میرا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے'۔ 'ان آٹھ سالوں میں مجھے کبھی اس چیز کا احساس نہ ہونے دیا کہ میرے ماں باپ میرے ساتھ نہیں ہیں، ہر قدم پہ میرا ساتھ دیا، ضرورت سے زیادہ احساس کرتے تھے'۔ 'ہم نے بہت ہی شاندار ازدواجی زندگی گزاری ہے، میں ایک خوش نصیب عورت ہوں جس کو ایسا نیک خاوند ملا'۔

شفیق باپ

'ایک باپ اپنے گھر کا راعی ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگرانی اس کی ذمہ داری ہے تو ان لوگوں نے اس فریضے کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دی اور یہ توجہ ہمیں ہر شہید میں مشترک نظر آتی ہے'۔ 'نہ صرف خود نمازوں کا اہتمام بلکہ اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی اس طرف توجہ دلانا، کوئی اپنے کام کی جگہ سے فون کر کے بچوں کی نماز کی یاد دہانی کروا رہا ہے تو کوئی مسجد اور نماز سینٹر دور ہونے کی وجہ سے گھر میں ہی نماز باجماعت کا اہتمام کر رہا ہے'۔

(خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 9 جولائی الفضل ربوہ 24 اگست 2010ء)

☆......☆......☆......☆

(جاری ہے۔۔۔۔)

یَسۡئَلُوۡنَک

سوال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جواب اللہ جلّ شانہٗ کے

(بابرکت تحریروں سے مختصر تشریح کے ساتھ)

امۃ الباری ناصر

اللہ تبارک تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی میں آنحضرت ﷺ نے متلاشیانِ حق کو وصلِ الٰہی کی لگن لگادی۔ آپ کی قوت قدسیہ اُسوۂ حسنہ اور مبارک صحبت ومعیت نے اسلام کی حقیقی تعلیم وتربیت سے وہ پیکر تراشے جونیکیوں میں مسابقت کی ایسی راہوں پر مستانہ وار دوڑنے لگے جوتقویٰ کے اعلیٰ مدارج تک پہنچادیں آپ ﷺ نے ان کے ذہنوں اور قلوب کوایسی جلابخشی جوحق کے جاذب ہوگئے۔ جہاں مذبذب ہوتے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر صحیح تعلیم دریافت کرتے تاکہ حقیقی اخلاص کے ساتھ اپنے قول وفعل کو احکام الٰہی کے مطابق بناسکیں۔ رمضان المبارک کی فضیلتیں معلوم ہوئیں تو یہ خیال آیا کہ باقی مہینوں کے نیکی کے مواقع بھی جان لیں۔شراب اور جوأ ناپسندیدہ لگا تو مسئلہ دریافت کرنے آگئے اسی طرح خرچ کیا کریں کہاں کریں۔ جیسے سوالات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے مولا کریم نے اُن میں سے بعض سوالات کے جوابات ازخود عطافرمائے۔ اس انوکھی آسمانی مجلس عرفان کی جھلک زیرِ نظر مضمون میں ملاحظہ فرمایئے۔

سوال: وہ تجھ سے پہلی تین راتوں کے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں:

جواب: تو کہہ دے کہ یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج کی (تعیین) کابھی (البقرۃ 2:190)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جیسے ماہ رمضان تقویٰ سکھانے کی ایک شے ہے ویسے ہی ہرایک مہینہ جوچڑھتا ہے وہ انسان کی بہتری کیلئے آتا ہے۔ انسان کوچاہیئے کہ وہ نئے چاند کودیکھ کراپنی عمر رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر میں سے ایک ماہ اور کم ہوگیا ہے اورنہیں معلوم کہ آئندہ چاند تک میری زندگی ہے یانہیں۔ پس جس قدر ہوسکے وہ خیرونیکی کے بجالانے میں اور اعمال صالحہ کرنے میں دل وجان سے کوشش کرے اور سمجھے کہ میری زندگی کی مثال برف کی تجارت کی مانند ہے۔۔۔ ہزاروں نظارے تم آنکھوں سے دیکھتے ہواپنے بیگانے مرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے تم ان کودفن کرکے آتے ہواور یہ ایک کافی عبرت تمہارے واسطے وقت کی شناخت کرنے کی ہے اور نیا چاند تمہیں سمجھاتا ہے کہ وقت گزرگیا ہے اور تھوڑا باقی ہے اب بھی کچھ کرلو۔‘‘

(الحکم 24 جنوری 1904ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ کس طرح رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ اُن کے قریب آجاتا ہے اوران کی دعاؤں کوقبول فرماتا ہے توان کے دلوں میں شوق پیدا ہوا کہ وہ باقی مہینوں کے بارے میں بھی رسول کریم ﷺ سے سوال کریں تاکہ وہ ان کی برکات سے بھی مستفیض ہوسکیں۔ چنانچہ فرماتا ہے لوگ تجھ سے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو اُنہیں کہہ دے کہ ھِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ یہ لوگوں کیلئے وقت کا اندازہ کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ یعنی ہر قمری مہینہ اس لئے مقرر نہیں کیا گیا کہ اس کے ساتھ شریعت کے کسی خاص حکم کاتعلق ہے بلکہ ان مہینوں کا چاند کے ساتھ اس لئے تعلق رکھا گیا ہے کہ ان کے ذریعے گزشتہ یا آئندہ کام کاوقت پہچانا جاتا ہے اور پھر لِلنَّاسِ فرماکر بتایا کہ عوام کے فائدہ کیلئے یہی چاند کے مہینے کام دیتے ہیں ورنہ وہ حساب جس کی سورج کی گردش پر بنیاد ہے اُس سے صرف علمی طبقہ ہی فائدہ اُٹھاسکتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد2 صفحہ416)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’صحابہ کرامؓ کے اس سوال پر کہ اور چاندوں کے برکات وانوار سے اُن کواطلاع دی جاوے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے جواب دیا قُلۡ ھِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ یعنی جیسے ماہِ رمضان تقویٰ سکھانے کی ایک شئے ہے ویسے ہرایک مہینہ جوچڑھتا ہے وہ انسان کی

بہتری کیلئے ہی آتا ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ نئے چاند کو دیکھ کر اپنی عمر رفتہ پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ میری عمر کا ایک اور ماہ کم ہوگیا ہے اور نہیں معلوم کہ آئندہ چاند تک میری زندگی ہے یا نہیں پس جس قدر ہو سکے وہ خیر و نیکی کے بجالانے اور اعمال صالحہ کرنے میں دل و جان سے کوشش کرے۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 319)

سوال: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں

جواب: تو کہہ دے کہ تم (اپنے) مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو والدین کی خاطر کرو اور اقرباء کی خاطر اور یتیموں کی خاطر اور مسکینوں کی خاطر اور مسافروں کی خاطر۔ اور جو نیکی بھی تم کرو تو اللہ یقیناً اس کا خوب علم رکھتا ہے۔ (البقرۃ:216)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں:

اوّل یہ کہ کوئی حد بندی نہیں جتنے کی توفیق ہو اتنا خرچ کرو۔ دوم یہ کہ اس امر کا لحاظ رکھو کہ جو خرچ کرو وہ طیّب مال ہو جو لوگ حرام کھاتے ہیں اور اُس میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا وہ غلطی پر ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے ہی مال کو قبول کرتا ہے جو اچھا ہو۔ سوم یہ کہ صرف حلال نہیں دینا بلکہ طیب دینا ہے یعنی جس مال کو قبول کرنا اُس شخص پر گراں نہ گزرے جس کو مال دیا جائے۔

طیب مال میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اگر کہا جائے کہ اگر کوئی شخص حرام کماتا ہو لیکن صدقہ طیب مال میں سے دے تو کیا یہ اس حکم کے مطابق ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی گندگی بھی بہت سی پاکیزہ شے کو گندہ کر دیتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص رشوت لیتا، چوری کرتا یا ظلم سے دوسروں کا مال لیتا ہے۔ تو خواہ اس قسم کا مال تھوڑا ہو اس کا سب مال گندہ ہو جائے گا۔ اور وہ اس حکم کا پورا کرنے والا نہ ہوگا۔

(تفسیر صغیر صفحہ 48,47)

سوال۔ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں عزت والے مہینے یعنی اس میں قتال کے بارے میں

جواب۔ (ان سے) کہہ دے کہ اس میں قتال بہت بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور ان لوگوں کو وہاں سے نکال دینا جو اس کے حقیقی اہل ہیں خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

(البقرۃ: 218)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

شہر حرام میں قتل تو گناہ ہے لیکن خدا تعالیٰ کی راہ سے روکنا اور کفر اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو مسجد حرام سے خارج کرنا یہ بہت بڑا گناہ ہے اور بغاوت کو پھیلانا یعنی امن کا خلل انداز ہونا قتل سے بڑھ کر ہے اور ہمیشہ قتل کیلئے یہ لوگ مقابلہ کریں گے تا اگر ممکن ہو تو تمہیں دینِ حق سے پھیر دیں۔

(روحانی خزائن جلد6 جنگ مقدس بحث 2 جون 1893ء صفحہ 255)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عرب میں خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں۔ چھوٹی موٹی بات پر خون کی ندیاں بہہ جاتی تھیں۔ ایک فریق دوسرے کی مانتا نہ تھا۔ اس واسطے ان میں طوائف الملو کی رہتی تھی۔ جہاں کوئی جوہڑ ہوتا وہ جنگ گاہ بن جاتا اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ مویشی رکھتے تھے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں ہی اپنے مویشی کو آرام پہنچاؤں اس واسطے ان کے دارات مقاتلات بن جاتے تھے۔ غرض حضرت نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں اس قوم میں دو بڑے عیب تھے ایک بت پرستی دوم باہم لڑائی۔ ان دونوں کی اصلاح آپؐ نے فرمائی۔

(حقائق الفرقان تفسیر سورۃ البقرہ صفحہ 353)

سوال۔ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کے بارے میں

جواب۔ تو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ (بھی) ہے اور لوگوں کیلئے فوائد بھی۔ اور دونوں کا گناہ (کا پہلو) ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے (البقرۃ:220) اس آیت کریمہ میں حرام و حلال کا ایک دائمی اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ چیزیں جن کے استعمال سے فائدے زیادہ ہیں نقصانات کم۔ وہ حلال ہیں اور وہ چیزیں جن کے فوائد بھی ہیں مگر نقصانات زیادہ ہیں وہ حرام ہیں الکحل اگر پیا جائے تو نقصان دہ ہے۔ اس لئے اسکا تھوڑا پینا بھی حرام ہے لیکن طب میں الکحل کی غیر معمولی اہمیت ہے اس کے علاوہ بھی اگر عطر کے طور پر الکحل کے محلول میں خوشبو ملائی گئی ہو تو جتنا چاہو کپڑوں پر چھڑک لو ناممکن ہے کہ نشہ چڑھ جائے۔

(ترجمہ و تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 56)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

لڑائی میں سپاہی کو شراب پلا دیتے ہیں تا کہ اس کے مزاج میں رحم وغیرہ نہ رہے اور وہ اندھا دھند تلوار چلاتا جائے۔ اس لئے صحابہؓ نے شراب کے متعلق سوال کیا پھر لڑائی کے

لئے اخراجات کی ضرورت ہے۔ عرب میں ایسے موقع پر دستور تھا کہ بڑے بڑے امیر لوگ جؤا کھیلتے ۔ جو ہارتا اس کے ذمے قحط اور ضرورتوں کا خرچ ہوتا۔ عرب کے بعض شعروں میں پایا جاتا ہے کہ وہ ہارنے کو بہت پسند کرتے تھے اور اپنی ہار کو فخر سے بیان کرتے تھے اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگوں کے ذمہ تمام اخراجات ہو جاتے اور قحط میں سارے غریبوں کا نان ونفقہ اسی کو دینا پڑتا چونکہ اس میں ایک نیکی کا موقع ملتا ہے اس لئے وہ تفاخر کرتے تھے۔

اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان میں بڑی بدکاری ہے بے شک غرباء کو نفع پہنچتا ہے نَفْعِهِمَا کے یہی معنی ہیں مگر اس بدکاری کا جو نتیجہ ہے وہ سخت گندہ ہے اس کے مقابلے میں اس نفع رسانی کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ جب ان کے ذمہ یہ اخراجات پڑتے اور پاس ایک کوڑی بھی نہ ہوتی تو ناچار ان کو آرمینیا اور کاس تک ڈاکہ زنی کرنی پڑتی۔

(حقائق الفرقان تفسیر سورة البقرة صفحه 357)

حقیقت یہی ہے کہ شراب اور جوئے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ نیک کاموں سے روکتے ہیں۔ شراب پینے والا نماز، عبادات وغیرہ سے اور روحانی امور میں باریک غور و فکر سے محروم رہتا ہے۔ اور فضول باتوں کی طرف اس کی توجہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ بجائے شجاعت کے اس میں تہوّر پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ بہادری نہیں رہتی جو عقل اور فہم سے متعلق ہے۔ بلکہ انجام سے بے پروا ہو کر جان کو ضائع کر دینے کا مادّہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی حال جوئے کا ہے۔ اس کا عادی انسان بسا اوقات اپنے طیب مال کو ضائع کر دیتا ہے اور نیکیوں سے محروم رہ جاتا ہے اور اگر جیتتا ہے تو اور ہزاروں گھروں کی بربادی کا موجب ہو کر روپیہ کماتا ہے پھر جوئے باز میں روپیہ کو لُٹانے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ شاید ہی کوئی جوئے باز ایسا ہوگا جو روپیہ کو سنبھال کر رکھتا ہو بالعموم جوئے باز بے پروائی سے اپنے مال کو لُٹاتے ہیں۔ ایک طرف تو لوگوں کو برباد کرتے ہیں۔ دوسری طرف اپنے مال سے فائدہ نہیں اُٹھاتے کیونکہ روپیہ کمانے میں انہیں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ جؤا عقل اور فکر کو بھی کمزور کر دیتا ہے جوئے باز عادتاً ایسی چیزوں کے تباہ کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے جنہیں کوئی دوسرا عقل مند تباہ کرنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔

(تفسیر صغیر صفحه50,49)

سوال۔ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔

جواب۔ ان سے کہہ دے کہ (ضروریات میں سے) جو بھی بچتا ہے (البقرہ:220)

جب صحابہؓ نے خمر و میسر کے متعلق حکم سُنا تو معاً ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا مَاذَا يُنْفِقُوْنَ پھر خرچ کہاں سے آوے فرمایا اَلْعَفْو جو تمہاری حاجت اصلی سے زیادہ ہو مُٹھی بھر جو جمع کرو خدا تعالیٰ اسی میں برکت ڈال دے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان 16 اپریل 1909ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں صرف ایک لفظ عفو استعمال فرمایا ہے جس کے ایک معنی اس مال کے ہیں جو ضروری اخراجات سے بچ جائے اور جس کے دینے سے انسان کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہو۔ دوسرے معنی عَفْوٌ کے خِيَارُ الشَّيْءِ وَاَطْيَبُهُ کے ہیں یعنی سب سے اچھی اور پاکیزہ شے اور تیسرے معنی عَفْوٌ کے بغیر مانگے دینے کے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد2صفحه493)

دراصل اس آیت میں تین قسم کے لوگوں کیلئے تین مختلف قسم کے احکام دیئے گئے ہیں اور یہ تینوں احکام عفو کے لفظ کے اندر شامل ہیں۔ پہلا حکم جو ادنیٰ درجہ کا ایمان رکھنے والوں کیلئے ہے وہ تو یہ ہے کہ تم اس قدر خرچ کرو کہ بعد میں تمہارے ایمان میں کوئی تزلزل واقع نہ ہو اور تمہارے دین اور ایمان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔۔۔ دوسرا حکم اُن سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کیلئے یہ دیا کہ تمہارا جو اچھے سے اچھا مال ہے اُسے تم خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور (3) جو لوگ اس سے بھی اوپر درجہ کے ہیں انہیں یہ حکم دیا کہ وہ بغیر کسی سوال کے خود ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال دیا کریں گویا اُن سے کسی کو مانگنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آنی چاہیئے بلکہ انہیں خود بخود مذہبی اور قومی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیئے اور ہمیشہ اس کیلئے اپنے اموال خرچ کرتے رہنا چاہیئے۔

(تفسیر کبیر جلد2صفحه495)

''مومن کو ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جانا چاہیئے کہ ضرورت مند کو مانگنا نہ پڑے یہ خود ہی اپنے ہمسایوں کی ضرورتوں کا خیال رکھے اور بغیر مانگے ان کی حاجتوں کو پورا کرے۔ کیا خرچ کریں؟ کے جواب میں گویا یہ بتایا کہ مانگنے پر دیا تو کیا دیا اصل خرچ وہی ہے کہ بے مانگے دو اور خوشی سے دو جس طرح بچہ دودھ مانگے نہ مانگے، ماں خود ہی اس کا خیال رکھتی ہے۔ مومن کو بھی دنیا کیلئے بمنزلہ ماں باپ کے ہونا چاہیئے۔''

(تفسیر صغیر صفحه50)

سوال۔ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں حیض کے بارے میں

جواب۔ تو کہہ دے کہ یہ ایک تکلیف (کی حالت) ہے۔ پس حیض کے دوران عورتوں سے الگ رہو اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائیں پھر جب وہ پاک صاف ہو جائیں تو انکے پاس اسی طریق سے جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ یقیناً اللہ کثرت سے توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک

صاف رہنے والوں سے (بھی) محبت کرتا ہے۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ پس اپنی کھیتیوں کے پاس جیسے چاہو آؤ۔ اور اپنے نفوس کے لئے (کچھ) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم ضرور اس سے ملنے والے ہو۔ اور مومنوں کو (اس امر) کی بشارت دے۔ (البقرہ:224,223)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو اور اُن کے نزدیک مت جاؤ یعنی صحبت کے ارادہ سے جب تک کہ وہ پاک ہولیں اگر ایسی صفائی سے کنارہ کشی کا بیان وید میں بھی ہو تو کوئی صاحب پیش کریں لیکن ان آیات سے یہ مراد نہیں کہ خاوند کو بغیر ارادہ صحبت اپنی عورت کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے یہ تو حماقت اور بیوقوفی ہوگی کہ بات کو اس قدر دور کھینچا جائے کہ تمدن کی ضرورات میں بھی حرج واقع ہو اور عورت کو ایام حیض میں ایک ایسی زہر قاتل کی طرح سمجھا جائے جس کے چھونے سے فی الفور موت نتیجہ ہے اگر بغیر ارادہ صحبت عورت کو چھونا حرام ہوتا تو بے چاری عورتیں بڑی مصیبت میں پڑ جاتیں۔ بیمار ہوتیں تو کوئی نبض بھی دیکھ نہ سکتا۔ گرتیں تو کوئی ہاتھ سے اُٹھا نہ سکتا اگر کسی درد میں ہاتھ پیر دبانے کی محتاج ہوتیں تو کوئی دبا نہ سکتا۔ اگر مرتیں تو کوئی دفن نہ کر سکتا کیونکہ ایسی پلید ہوگئیں کہ اب ہاتھ لگانا ہی حرام ہے سو یہ سب نافہموں کی جہالتیں ہیں اور سچ یہی ہے کہ خاوند کو ایام حیض میں صحبت حرام ہو جاتی ہے لیکن اپنی عورت سے محبت اور آثار محبت حرام نہیں ہوتے۔

(روحانی خزائن جلد 10آریہ دھرم صفحہ49)

سوال۔ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کے متعلق

جواب۔ تو کہہ دے ان کی اصلاح اچھی بات ہے۔ اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی بند ہی ہیں۔ اور اللہ فساد کرنے والے کا اصلاح کرنے والے سے فرق جانتا ہے۔ (البقرہ: 221)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قرآن کریم کہتا ہے کہ تم ہر بات میں ان کی اصلاح کو مدِّ نظر رکھو اور درمیانی راہ اختیار کرو۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یتامیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ لوگ جوان کی طرف توجہ نہیں کرتے انہیں یہ تو سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خود مر جائیں اور اپنے بچوں کو یتیم چھوڑ جائیں (النساء:10) اس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ یتامیٰ کی پرورش اور ان کی نگہداشت ایک اہم ترین فرض ہے۔۔۔ پس یتامیٰ کی خبر گیری اور بیواؤں سے حسنِ سلوک یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو قوم میں جرأت اور بہادری پیدا کر دیتی ہیں۔۔۔ جب کسی قوم میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ وہ یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری کرنے لگ جائے اُن کا احترام افرادِ قوم کے دلوں میں پیدا ہو جائے اُن کی پرورش میں اُنہیں سکون اور راحت حاصل ہو اور وہ یتیموں کو ایسا ہی سمجھیں جیسے اُن کے اپنے بچے ہیں تو اُس وقت ایمان کے بغیر بھی وہ قوم بہادر بن جاتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد2صفحہ 497)

سوال۔ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا کچھ کھانے میں حلال ہے؟

جواب۔ تو کہہ دے کہ تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور شکاری جانوروں میں سے بعض کو سدھاتے ہو جو تم تعلیم دیتے ہو تو (یاد رکھو کہ) تم انہیں اس میں سے سکھاتے ہو جو اللہ نے تمہیں سکھایا ہے پس تم اس (شکار) میں سے کھاؤ جو وہ تمہارے لئے روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام پڑھ لیا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یقیناً اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔ آج کے دن تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا (پاکیزہ) کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے۔ جبکہ تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ (المائدہ:5)

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”اگر یہ لوگ پوچھیں کہ پھر کیا کھائیں تو جواب یہ دے کہ دنیا کی تمام پاک چیزیں کھاؤ صرف مردار اور مردار کے مشابہ اور پلید چیزیں مت کھاؤ“

(روحانی خزائن جلد10اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 336)

”اصل اشیاء میں حلت ہے حرمت جب تک نص قطعی سے ثابت نہ ہو تب تک نہیں ہوتی“

(البدر جلد1نمبر3، 14نومبر1902ء صفحہ19)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

پوچھتے ہیں کیا کیا حلال ہے؟ ہم نے حرام بتادیئے ہیں باقی سب حلال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ طیب ہوں فطرت صحیحہ بتا دیتی ہے کہ طیب کیا ہے مثلاً پاخانہ ہے۔ یہ بدن سے نکالا گیا ہے پس اسے واپس کرنا فطرت کے خلاف ہے طَیِّبٰت جن سے تمہارے بدن اور اخلاق و مذہب کو ضرر نہ پہنچے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 5اگست1909ء)

(اہل کتاب۔ناقل) کے ذبیحے حلال ہیں بشرطیکہ ان پر تکبیر پڑھ لی جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے(بخاری کتاب الذبائح والصید) یہ حکم اس لئے دیا کہ تورات کی شریعت کے مطابق امتِ موسیٰؑ کے سب کھانے بھی وہی ہیں جن کو اسلام نے جائز رکھا ہے۔اور اگر مسیحی مسیحؑ کی تعلیم کے مطابق تورات پر عمل کریں تو وہ بھی اسی حکم میں ہیں اور اگر علم ہوجائے کہ وہ حرام کھاتے ہیں تو پھر ان پر واقعات کے مطابق فتویٰ لگے گا۔ یہودی یا مسیحی ہونا کافی نہ ہوگا کیونکہ کئی پرانے اور نئے مسیحی فرقے تورات کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔

(تفسیر صغیر صفحہ 141)

سوال۔وہ تجھ سے پوچھتے ہیں غنیمت کی تقسیم کے بارے میں

جواب۔تو کہہ دے کہ اموال غنیمت اللہ اور رسول کے ہیں پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے درمیان اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔(الانفال:2)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

تین لفظ ہیں۔فیئے۔غنیمت۔نفل

1۔فیئے۔جس مال پر مسلمانوں کا کچھ بڑا خرچ نہ ہوا ہو جیسے کہ سورہ الحشر میں فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ رِكَابٍ (الحشر:7)

2۔نفل۔وہ مال جو خرچ کے بالمقابل زیادہ ملا ہو

3۔غنیمت۔اس لفظ کے معنوں میں عام لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔جیسے 'صاحبزادہ' اور 'حضرت' گندے معنوں میں لئے جاتے ہیں۔اسی طرح غنیمت کے معنے لُوٹ کے کئے جاتے ہیں عربی زبان میں غنیمت کہتے ہیں مطلق حصول مال کو۔

سوال۔وہ تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کے بارے میں (الکھف:84)

جواب۔کہہ دے کہ میں ضرور اس کا کچھ ذکر تم پر پڑھوں گا ہم نے یقیناً اسے زمین میں تمکنت بخشی تھی اور اُسے ہر قسم کے کاموں کے وسائل عطا کئے تھے۔پس وہ ایک راستے پر چل پڑا۔یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچا اُس نے اُسے ایک بدبودار کیچڑ کے منبع میں غروب ہوتے دیکھا اور اس کے پاس ہی ایک قوم کو پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو ان کے معاملہ میں اچھا رویہ اختیار کر۔[1] اس نے کہا جس نے بھی ظلم کیا ہم اُسے ضرور عذاب دیں گے پھر وہ اپنے ربّ کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اُسے اور بھی زیادہ سخت عذاب دے گا۔اور وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے تو اس کیلئے جزا کے طور پر سراسر بھلائی ہوگی اور ہم اس کیلئے اپنے حکم سے آسانی کا فیصلہ صادر کریں گے۔پھر وہ ایک اور راستے پر چل پڑا۔یہاں تک کہ وہ جب سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو اُس نے اُسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے پایا جن کے لئے ہم نے اس (یعنی سورج) سے ورے کوئی روک نہیں بنائی تھی۔اسی طرح ہوا۔ہم اس کے ہر تجربہ کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔پھر وہ ایک اور راستے پر چل پڑا۔یہاں تک کہ جب وہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو ان دونوں کے ورے اس نے ایک اور قوم کو پایا۔جن کیلئے بات سمجھنا مشکل تھا۔انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یقیناً یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرنے والے ہیں پس کیا ہم تیرے لئے ان پر کوئی خراج مقرر کردیں کہ تو ان کے اور ہمارے درمیان کوئی روک بنادے۔ اس نے کہا میرے ربّ نے جو مجھے تمکنت بخشی ہے وہ بہتر ہے۔پس تم صرف قوت کے ذریعہ میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک بڑی روک بنادوں گا۔مجھے لوہے کے ٹکڑے لادو یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان جگہ کو (بھر کر) برابر کردیا تو اس نے کہا اب آگ دھونکو۔یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنادیا اس نے کہا مجھے دو کہ میں اس پر تانبا ڈالوں[2]۔پس اُسے پھلانگنے کی اُن میں قدرت نہ تھی اور نہ وہ استطاعت رکھتے تھے کہ اس میں نقب لگاسکیں۔اس نے کہا یہ میرے ربّ کی رحمت ہے پس جب میرے ربّ کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور یقیناً میرے ربّ کا وعدہ سچا ہے۔[3] (الکھف: 84-92)

---

[1] آیات 84 تا 87: ذوالقرنین سے اصل مراد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے ایک زمانہ تو حضرت موسیٰؑ اور ان کی اُمّت کا پایا اور ایک آئندہ زمانہ میں آپ کی اُمّت کے احیائے نَو کیلئے اللہ آپ کے کسی خادم و مطیع کو مبعوث فرمائے گا۔اس طرح یہ دونوں زمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔لیکن اس بات کو جس تصویری زبان میں بیان کیا گیا ہے وہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس سے غالباً خورس (Cyrus) بادشاہ مراد ہے جس کے متعلق بائبل میں بھی ذکر ہے۔وہ غیر معمولی طور پر روحانی قوتوں والا انسان تھا اور مؤحد تھا۔اس کے مشرق و مغرب کے سفروں کا ذکر ان آیات کریمہ میں ملتا ہے۔اور دیوار بنانے کا جو ذکر ہے وہ ایک نہیں بلکہ کئی دیواریں ہیں جو قدیم زمانے سے حملہ آوروں کو روکنے اور ایسی قوموں کو بچانے کی خاطر بنائی گئیں جو براہِ راست دفاع کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ان میں سے ایک

دیوار تو رُوس میں ہے اور ایک دیوار چین بھی ہے۔ یعنی دیواروں کے ذریعہ حفاظت کرنا اس زمانے کا رواج تھا۔

۲۔ آیات 94 تا97: ان آیات میں جس دیوار کا ذکر چل رہا ہے وہ ترکی اور روس کے درمیان دربند کی دیوار ہے۔ جس کے ذریعے بحیرہ اخضر اور کوہ قاف کے درمیانی راستہ کو بند کر دیا گیا تھا جو بعض کمزور قوموں کو مغربی قوموں کے حملے سے بچانے کیلئے خورس نے تعمیر کی تھی۔ خورس نے اس کے بدلے ان سے کوئی معاوضہ نہیں مانگا بلکہ محنت اور لوہا اور تانبا طلب کیا اور تعمیری کام بھی خورس بادشاہ کی ہدایت کے مطابق انہوں نے ہی سرانجام دیا۔

۳۔ وہ زمانہ جس میں یاجوج ماجوج کا دنیا میں خروج ہوگا اس زمانہ میں یہ دیواریں بے معنی ہوچکی ہوں گی۔ اور یاجوج ماجوج کے سب دنیا پر غلبہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔ جس طرح سمندری لہریں موج در موج بڑھتی ہیں پس ان کا غلبہ دراصل سمندری غلبہ کے نتیجہ سے شروع ہونا تھا۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ500تا502)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ایک دفعہ سورہ الکہف جس کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں' مَیں دیکھ رہا تھا تو جب میں نے اس قصہ کو غور سے پڑھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس میں بعینہٖ اس زمانہ کا حال درج ہے جیسے لکھا ہے کہ جب اس نے سفر کیا تو ایسی جگہ پہنچا جہاں کہ اُسے معلوم ہوا کہ سورج کیچڑ میں ڈوب گیا ہے۔ اور یہ اس کا مغربی سفر تھا اور اس کے بعد پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس پہنچتا ہے جو دھوپ میں ہیں اور جن پر کوئی سایہ نہیں۔ پھر ایک تیسری قوم اُسے ملتی ہے جو یاجوج ماجوج کے حالات بیان کر کے اس سے حمایت طلب کرتی ہے اب مثالی طور پر تو خدا نے یہی بیان کیا ہے لیکن ذوالقرنین تو اس کو کہتے ہیں جس نے دو صدیاں پائی ہوں اور ہم نے دو صدیوں کو اس قدر لیا ہے کہ اعتراض کا موقع ہی نہیں رہتا میں نے ہر صدی پر دو صدیوں سے حصہ لیا ہے تم حساب کر کے دیکھ لو اور یہ جو قرآن میں قصص پائے جاتے ہیں تو یہ صرف قصہ کہانیاں نہیں بلکہ یہ عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جو شخص ان کو صرف قصے کہانیاں سمجھتا ہے وہ مسلمان نہیں غرض اس حساب سے تو مجھے بھی ذوالقرنین ماننا پڑے گا اور ائمہ دین میں سے بھی ایک نے ذوالقرنین سے مسیح مراد لیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے اس قصہ میں مغربی اور مشرقی دو قوموں کا ذکر کیا ہے مغربی قوم سے مراد تو وہ لوگ ہیں جن کو انجیل اور دیگر صحیفہ جات کا صاف شفاف پانی دیا گیا تھا مگر وہ روشن تعلیم انہوں نے ضائع کر دی اور اپنے پاس کیچڑ اور گند باقی رہنے دیا اور مشرقی قوم سے وہ مسلمان لوگ مراد ہیں جو امام کے سائے کے نیچے نہیں آتے اور دھوپ کی شعاؤں سے جھلسے جا رہے ہیں۔ لیکن ہماری جماعت بہت خوش نصیب ہے اسکو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائی۔

(الحکم جلد12، 10جنوری1908ء)

سوال: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کے بارے میں؟

جواب: تو کہہ دے کہ انہیں میرا ربّ ریزہ ریزہ کر دے گا پس وہ انہیں ایک صاف چٹیل میدان بنا کے چھوڑ دے گا تو اس میں نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ نشیب و فراز (طٰہٰ:106)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب نیلی آنکھوں والے یعنی یورپین لوگ یہ پیشگوئی پڑھیں گے تو کہیں گے کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ عیسائی حکومتیں تباہ ہوجائیں گی لیکن اگر یہ صحیح ہے تو ہمارے ڈیوک اور ایمپرر اور کنگ کہاں جائیں گے؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تباہی کے آنے سے پہلے ہی ان کو ختم کر دیا جائے گا اور تمام ملکوں میں ڈیما کریسی قائم ہوجائے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ لوگ قرآن لانے والے کی آواز سننے لگ جائیں گے جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہیں اور رحمٰن خدا کی آواز بلند ہونے لگ جائے گی۔ (تفسیر کبیر جلد5صفحہ 467)

سوال: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں روح کے بارے میں

جواب: تو کہہ دے کہ روح میرے ربّ کے حکم سے ہے اور تمہیں معمولی علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا (بنی اسرائیل: 86)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

کفار تجھ سے (اے محمدؐ) پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے اور کس چیز سے اور کیوں کر پیدا ہوئی ہے ان کو کہہ دے کہ روح میرے ربّ کے امر میں سے ہے اور تم کو اے کافرِ علمِ روح اور علمِ اسرارِ الٰہی نہیں دیا گیا مگر کچھ تھوڑا سا۔۔۔۔ روح عالم امر میں سے ہے یعنی کلمۃ اللہ یا ضلن کلمہ ہے جو حکمت وقدرت الٰہی روح کی شکل پر وجود پذیر ہوگیا ہے۔ اور اس کو خدائی سے کچھ حصہ نہیں بلکہ وہ درحقیقت حادث اور بندۂ خدا ہے۔ اور یہ قدرتِ ربّانی کا ایک بھید دقیق ہے۔ جس کو تم اے کافرو! سمجھ نہیں سکتے مگر تھوڑا سا (جس کی وجہ سے تم مکلّف باایمان ہو) تمہاری عقلیں بھی دریافت کر سکتی ہیں۔۔۔ یہ ایک بڑی

بھاری صداقت کا بیان ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی دوطور سے ناپیدا شدہ چیزوں کو پیدا کرتی ہے اور دونوں طور کے پیدا کرنے میں پیدا شدہ چیزوں کے الگ الگ نام رکھے جاتے ہیں جب خدائے تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاحِ قرآن میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں اپنا وجود رکھتی ہو تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔

(روحانی خزائن جلد2سرمہ چشم آریہ صفحہ 125)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

روح کو کتب مقدسہ اور پاک کتاب قرآن کریم نے بہت معنوں میں استعمال کیا ہے اوّل ۔روح کلام الٰہی کا نام ہے اور اس لئے کہ کلام الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز زندگی کا موجب نہیں اگر اس متعارف روح سے چند روزہ زندگی حاصل ہوسکتی ہے تو اس روح (کلامِ الٰہی) سے جاودانی حیات ۔ابدی نجات ۔ نیولائف ۔ دھرم جیون کو انسان لے سکتے ہیں ۔اگر اس روح سے چندروزہ جسمانی خوشیوں کو لے سکتے ہیں تو اُس روح سے ابدی سرور' مہاانند' ابدی آرام پاسکتے ہیں ۔ان معنی کی رُو سے رُوح مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس لئے کہ روح کلامِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا متکلّم ۔

(حقائق الفرقان تفسیر سورہ بنی اسرائیل صفحہ 563)

یہ قرآن میرے ربّ کا حکم اور اسی کا کلام ہے ۔یادرکھو میں نے روح کا ترجمہ قرآن کیا ہے۔۔۔دیکھو وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا(شوریٰ: 53) اور اس طرح وحی کی ہم نے تیری طرف روح اپنے حکم سے۔

دوم یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوحِ کے ماقبل اور مابعد قرآن کریم کا تذکرہ ہے ہاں ممکن ہے کہ ہم اس آیت میں روح کے معنی اُس فرشتہ کے لیں جو وحی لاتا تھا اور جس کا نام اسلامیوں میں جبرائیل ہے یا یوں کہیں کہ روح کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا سوال ہوا جواب دیا گیا روح حادث اور ربّ کے حکم سے ہوا ہے۔

(حقائق الفرقان حصہ اوّل صفحہ 324)

تجھ سے اہلِ کتاب سوال کرتے ہیں کہ تو اُن پر آسمان سے (ظاہری صورت میں) کوئی کتاب اُتار لائے (النساء: 154)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

شریر لوگ جب کسی نیک بات پر عمل نہیں کرنا چاہتے تو طرح طرح کے عذر تراشتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا ہم پر بھی ایک کتاب بھیج دیتا پھر موسیٰ سے اس سے بھی بڑھ کر کہا کہ اَرِنَا اللہ جَھْرَۃً(النساء:154) چنانچہ ان پر عذاب آیا یہ بے وجہ نہیں فَبِظُلْمِھِمْ (ان کے ظلم کی وجہ سے)

(حقائق الفرقان صفحہ 65)

سوال: وہ پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب اُسے بپا ہونا ہے؟

جواب: تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف میرے ربّ کو ہے اس کو اپنے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا (ہاں) وہ بھاری ہوگی آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی (اور) تمہارے پاس صرف اچانک آئے گی۔ وہ تجھ سے قیامت کے متعلق اس طرح سوال کرتے ہیں گویا تجھے بھی اس کے وقت کی دریافت کی لَو لگی ہوئی ہے تو کہہ دے (میرے لئے تو اتنا کافی ہے) کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔

(الاعراف: 188)

سوال: وہ پوچھتے ہیں اُس ساعت کے بارے میں (الاحزاب: 64)
سوال: وہ پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہوگا (الذّریٰت:13)
سوال: وہ پوچھتے ہیں قیامت کی گھڑی کب ہوگی (النّزعٰت:43)

ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللہِ ۔حضرت مسیح علیہ السلام بھی ایسے سوالات کا یہی جواب دیتے تھے ''اس دن اور گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتے تک کوئی نہیں جانتا'' (متی باب 24 آیت36)

سوال و جواب کے اس سلسلے میں قادر و توانا خدا تعالیٰ نے کچھ قوانین نافذ فرمائے ہیں اس بیان میں اپنی جو صفات بیان فرمائی ہیں وہ اُس کی حاکمیت پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ فرماتا ہے میں 'حکیم' اور 'علیم' ہوں جو حکم دے رہا ہوں اُس کی حکمتوں سے خوب واقف ہوں۔ 'عزیز' ہوں اقوال و اعمال کو نیات کے ساتھ دیکھتا ہوں اور پکڑ کی غالب قدرت رکھتا ہوں 'غفور' ہوں صرفِ نظر بھی کرتا ہوں اور جو جھکتے ہیں، توبہ کرتے ہیں اور متطہر ہیں ان سے محبت کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں اطاعت شعاروں میں شامل کرکے اپنی محبت کی جنت سے نوازے، آمین۔ اَللّٰھُمّ آمین۔

صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ

چند باتیں اور یادیں

سیدہ نصرت زین، کیلیفورنیا

صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ جو کہ بی بی باچھی کے نام سے مشہور تھیں مختصر علالت کے بعد 29 اگست 2006ء کوفضلِ عمر ہسپتال میں 79 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ باچھی بی بی صاحبہ کی جدائی ابھی تک محسوس ہوتی ہے۔ ہم ایک ہمدرد دوست سے محروم ہوگئے ہیں۔ محبت کرنے والی پیاری ہستی تھیں۔

وہ فرشتہ نما انسان تھیں۔ ہر ایک سے محبت بھرا نیک سلوک رکھا کرتی تھیں۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹی، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہمشیرہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خالہ تھیں۔ آپکی شادی میر داؤد احمد صاحب جو کہ مکرم میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے بیٹے تھے' سے ہوئی تھی۔ میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ تھے۔ 49 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اُس وقت باچھی بی بی کی عمر 45 سال کی تھی۔ اُن کی اولاد تین لڑکیاں اور ایک بیٹا میر قمر سلیمان احمد صاحب ہیں' جو کہ وکیل وقفِ نَو تحریک جدید ہیں۔ ان سب بچوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ اُن کی دینی و دنیاوی تعلیم کا خیال رکھا۔ بچے کم عمری میں باپ کی محبت سے محروم رہ گئے تھے۔ صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزار دی۔ سب بچوں کی شادیاں کیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی عزیزہ امتہ الناصر نصرت صاحبہ جو کہ مرزا غلام قادر احمد' جن کو ظالموں نے بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا' سے بیاہی تھیں۔ اس غم کو باچھی بی بی نے نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔

باچھی بی بی صاحبہ نے اپنے شوہر میر داؤد احمد صاحب کے ساتھ مل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے Topics کے حوالہ جات جمع کرنے کا کام کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ جو 8 ستمبر 2006ء کا ہے اور 29 ستمبر 2006ء میں الفضل انٹرنیشنل لندن میں چھپا ہے' میں باچھی بی بی صاحبہ کے بارے میں فرمایا کہ ''کہ اُنہوں نے لجنہ اماء اللہ کا کام لمبا عرصہ کیا ہے اور اہم کام میر داؤد صاحب کے ساتھ مل کر مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مختلف عنوانات کے تحت حوالے نکالے۔ اُنہیں یکجا کیا''۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کے رُو سے'' یہ چھپی ہوئی ہے۔ یہ بہت بڑا کام اُنہوں نے کیا۔ اُن دنوں میں میں خود بھی اُنکو دیکھتا رہا ہوں۔ میں جب بھی اُنکے گھر جاتا تھا۔ دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے، حوالوں کو دیکھ رہے ہوتے تھے۔ یا پروف ریڈنگ کررہے ہوتے تھے۔ اور بڑا لمبا عرصہ یہ کام کیا گھنٹوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب یہ ایسا کام ہے جس سے کافی حد تک کسی بھی موضوع پر حضرت مسیح موعودؑ کا فوری حوالہ بھی مل جاتا ہے۔ اور جہاں یہ چیز ہوتی ہے وہاں مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ میر داؤد احمد صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''میرا دل اپنی رفیقہ حیات کیلئے ممنونیت کے جذبات سے لبریز ہے۔ جنہوں نے اقتباسات کی تلاش، نقل، تصحیح اور پھر پڑھنے میں مسلسل بڑے حوصلے اور محنت سے میرا ہاتھ بٹایا۔''

باچھی بی بی صاحبہ پردہ کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھیں۔ بتایا کرتی تھیں کہ جب وہ اور سب بہنیں گھر سے باہر جایا کرتیں تو ابا حضور کھڑکی سے ہمارے صحیح پردہ کا نوٹس لیا کرتے تھے۔ اور اپنے والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے اپنے دیور میر مسعود احمد صاحب سے پردہ کرتی تھیں۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اُن کی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی بیٹی صاحبزادی امتہ الرؤوف صاحبہ سے شادی ہوئی جو کہ باچھی بی بی صاحبہ کی بھانجی ہیں۔ تب باچھی بی بی صاحبہ نے اپنا پردہ دیور سے نہ کیا۔ ایک بار میں ربوہ سے ہوتے ہوئے پشاور اپنے بہن بھائیوں کو ملنے کیلئے گئی۔ تو باچھی بی بی صاحبہ نے مجھے کچھ رقم دی اور عزیزہ شوقی و فائزہ بی بی کیلئے برقعہ کا کپڑا منگایا۔ اُن دنوں پشاور میں غیر ملکی کپڑا سستا ملتا تھا۔ یہ بچیاں حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اب تو ماشاء اللہ نانی اور دادی ہوگئی ہیں۔ قریب کھڑی تھیں۔ باچھی بی بی نے اُن کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا ان دونوں نے برقعہ نہیں پہننا؟ اُن دنوں یہ بچیاں دس اور گیارہ سال کی ہوں گی۔ اب جب ان دونوں سے میرا ملنا ہوتا ہے تو میں بتاتی ہوں تو دونوں ہنسنے لگتی ہیں۔ میں ان دونوں کو کہتی ہوں کہ تمہارا پہلا برقعہ میرے ذریعہ آیا تھا۔ اُن دونوں کو غالباً یاد بھی ہے۔

باچھی بی بی مجھے زبردستی اپنے گھر دوپہر کو کھانے پر مدعو کرتیں۔ بلکہ ساتھ لے کر جاتیں۔ اُن دنوں میرا سسرال ربوہ میں ہی تھا۔ مجھے پیار سے کہتیں کہ تم نے دوپہر کو ضرور ہمارے ہاں ہی کھانا ہے اُن کی مہمان نوازی ابھی تک یاد ہے۔ نہایت ہی مزیدار کھانے ہوتے۔ اور کئی قسم کی Dishes ہوتی تھیں۔ اب تو نہ سالانہ جلسے رہے، نہ ہی باچھی بی بی اس دنیا میں ہیں۔ بس صرف یادیں ہی رہ گئی ہیں۔

وقت ایک سا نہیں رہتا۔ میرے ساس سسر چند سالوں کے بعد فوت ہوگئے۔ ہمارا تبادلہ بھی کراچی ہو گیا۔ باچھی بی بی جنتی روح کا خط مجھے اکتوبر میں آ جاتا۔ جلسہ سالانہ کیلئے مدعو

کرتیں۔ اپنے گھر رہنے کا کہتیں۔ بڑی خوشی ہوتی تھی۔ زین صاحب کیلنڈر دیوار سے اُتار کر ٹرین کی سیٹیں بک کرواتے۔ اور پھر باچھی بی بی صاحبہ کو اطلاع خط کے ذریعے دی جاتی۔ اور اپنے پروگرام کا بتایا جاتا۔ اس طرح جلسہ سالانہ پر جانے کا ثواب محترمہ بی بی صاحبہ کو ضرور مل جاتا ہوگا۔ کیونکہ یہ جلسہ سالانہ ہمارے اور ہمارے بچوں کیلئے دینی لحاظ سے ہر طرح برکت کا موجب ہوتا۔ اس جلسہ سالانہ سے ہی ہمارے بچوں کو اللہ اور رسولؐ کی محبت اور نماز و قرآن کو باقاعدگی سے پڑھنا۔ بانی سلسلہ احمدیہ و دیگر خلفاء کی محبت و عزت اور اُن کی تقاریر سے علم حاصل کرنا سیکھا۔

پھر باچھی بی بی کا مہمانوں سے دل کھول کر مہمان نوازی کرنا بھی یاد ہے۔ ہر فیملی کو علیحدہ کمرہ دیا جاتا تھا۔ اور وہ خود گول کمرے میں فرش پر سوتی تھیں۔ اس بات کی تصدیق میں میری بیٹی صبوحی اور عزیزہ صبور نے بتایا کیونکہ وہ اس کمرے میں سوتی تھیں۔ ناشتہ ہر کمرے میں آجاتا اور پُر تکلف ہوتا۔ آلو کی بھجیا ایک خاص طریق سے بنی ہوئی ہوتی۔ ہمارے بچے اُس بھجیا کو بہت پسند کرتے تھے۔ اور پھر مجھ سے فرمائش کرتے کہ باچھی بی بی کی طرح کی بھجیا بنادیں۔ گویا یہ بی بی کے نام سے ابھی تک یاد کرتے ہیں۔ اب تو میرے بچے بھی خیر سے بڑی عمر کے ہوگئے ہیں۔ مہمانوں سے کشادہ دلی سے ملتیں۔ ہر مہمان کا خاص خیال رکھتیں۔ ہر ایک کا یہ تاثر رہا کہ وہ اس سے پیار کرتی ہیں مرحومہ کا دل اور سلوک اپنے پرائے کے لئے یکساں رہا۔

محترمہ غریب خواتین کی بہت مدد کرتی تھیں۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں ایک احمدی سندھ سے اپنی بیٹی گیارہ بارہ سال کی ہوگی۔ باچھی بی بی کے سپرد کر گیا اور کہنے لگا کہ اسے قرآن و نماز سکھائیں۔ اور دینی تعلیم اور سلیقہ بتائیں۔ اگلے سال جلسہ سالانہ پر اُس بچی کو میں نے دیکھا۔ وہ بچی سلیقہ مند نظر آئی۔ سر پر اچھی طرح دوپٹہ اوڑھا ہوا۔ جسم ڈھکا ہوا۔ سمجھدار لڑکی نظر آئی۔ باچھی بی بی بہت سلیقہ شعار تھیں۔ ایک دفعہ باتوں باتوں میں مجھے بتایا کہ ایک غرارہ اُن کا تھا جس پر اُنہوں نے سلمہ دبکا سے کام کیا۔ غرارہ بہت خوبصورت لگنے لگا اور جب انہوں نے لاہور کے ایک غرارہ پر سلمہ کے کام کرنے والے کو دکھایا تو اس نے اس کام کرنے کی بہت قیمت بتائی۔

میں نے یہ مضمون 2006ء کے آخر میں لکھا تھا۔ اُس وقت چھپ نہ سکا۔ پھر میری ہارٹ سرجری ہوئی۔ اسی دوران ہی مجھے پھیپھڑے کا کینسر ہوا۔ پھر لمبا علاج رہا۔ معجزانہ طور پر اللہ کے فضل اور خلیفہء وقت کی دعاؤں سے نئی زندگی ملی۔

باچھی بی بی صاحبہ بھولنے والی ہستی نہیں ہیں۔ اُنہوں نے بڑا پیار اور محبت کا سلوک میرے ساتھ رکھا۔ وہ ایک اچھی دوست، بزرگ اور محبت کرنے والی ہستی تھیں۔ اُن کی جدائی کا بڑا دُکھ ہے۔ اُن کی طبیعت میں انکساری، شرم و حیاء بہت تھی۔ اُنہوں نے اپنی زندگی انتہائی صبر کے ساتھ گزاری وہ ایک پیاری ہستی تھیں۔ ہر ایک سے اُنہوں نے محبت بھرا سلوک رکھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔ بے حساب بخش دے۔ جنت میں اعلیٰ مقام دے، آمین، ثم آمین۔

حقیقت ومجاز

لطف الرحمٰن محمود

ہم پر بھی ہے تیری محبت کے گُناہ کا الزام
یہ تو سچ ہے کہ اصنام پرستی ہے شعار
زلفِ خمدار و لعلیں لب و رُخسار پہ مرتے ہیں
تیری قامت، تیری گفتار و رفتار پہ مرتے ہیں
تری چشمِ فسوں ساز کے مَے خانے سے پی کرُ
شعر لکھ کر تری اُلفت کی نذر کرتے ہیں
پر ترے آنچل کی ضیاء سے ہم کو
دُور تاروں کے جہاں سے آگے
نظر آتا ہے اِک حسیں صورت گر
نُور کے پردوں کی تہوں میں مستُور
جس کی صرف ایک تجلی نے سرِ طُور
موسیٰ عمران کو مدہوش کیا

ہمیں تسلیم کہ ہمارے کافر دل نے
کی ہے بصد شوق ترے حسن کی بیعت جاناں
پر یہ سچ ہے کہ ہم عشرتِ وصل کے طالب تو نہیں
عشق کی راہوں کے میرؔ و غالبؔ بھی نہیں
اپنے عہد کے جوشؔ، فیضؔ اور جالبؔ بھی نہیں
ہم فقط ایک دعا گو ہیں جاناں!
ترے حُسن کو دیتے ہیں خلوصِ دل سے
یہ دُعا کہ تا ابد تازہ و تابندہ رہے
اور میرے دل کے نہاں خانوں میں
یہ شمعِ نُور درخشندہ و پائندہ رہے!

ترے حُسن کے صدقے سے ہے دُعا میں شامل
ہر لیلیٰ و عذرا و شیریں و قلوپطر
ہر سسّی و ہیر اور کچے گھڑے کی تیراک
ہر رادھا و میرا و سیتا کہ جہاں بھی ہے!
ہم نے عشقِ حقیقی و مجازی کو عبادت جانا
اور مصحفِ رُخ کی زیارت کو تلاوت مانا
کاش ہم بھی صحیفہء حُسن کے حافظ ہوتے!

ہمیں ہمارے جمعہ کا انتظار ہے

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی زندگی کا ایک ناقابل فراموش واقعہ

محمد اجمل شاہد نعیم، فلاڈلفیا

حضرت میر ناصر نواب صاحب کا نام خانوادہ بلا مبالغہ اس مثال کا مصداق ہے ع

این ہمہ خانہ آفتاب است

حضرت میر صاحب کی صاحبزادی حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ، حضرت مسیح الزمانؑ کے عقد میں آنے کی وجہ سے تمام جماعت کی ماں ہونے کا عظیم شرف پا گئیں۔ آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ آسمانِ احمدیت کے درخشندہ ستارے تھے۔ ان کی علمی اور تربیتی کاوشیں جماعت کیلئے ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام دیتی رہیں گی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ازل سے اس بابرکت خاندان کیلئے مسیح محمدی کے دَور میں اس کے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے غیر معمولی خدمات بجالانا مقدر کر رکھا تھا۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اگر چہ اپنے خاندان میں عمر کے لحاظ سے چھوٹے تھے لیکن آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی وفات 17 مارچ 1944ء کو بروز جمعۃ المبارک قادیان میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر صرف 54 سال تھی۔ آپ کی رحلت کی خبر تمام جماعت کیلئے اور خاص طور پر اہالیانِ قادیان کیلئے انتہائی المناک تھی کیونکہ وہ حضرت میر صاحب کے روحانی فیوض اور خاص طور پر مسجد اقصیٰ میں درس حدیث سے مستفیض ہوتے۔ آپ کا یہ درس اتنا اثر انگیز ہوتا کہ ہر ایک اپنے آپ کو سیدنا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی روحانی مجلس میں محسوس کرتا۔ درس کے دوران حضرت میر صاحب کی زبان حضور کے ذکر سے ہی رقّت سے بھر جاتی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ اسطرح سب سامعین کے دل ایک عجیب فضا میں سب دنیوی علائق سے الگ ہو کر اس روحانی فضا میں کھو جاتے۔ یہ ایک ایسی روحانی مجلس ہوتی کہ ہر چھوٹا بڑا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ خاکسار اس وقت طفل ہی تھا تاہم اسکی چاشنی آج تک محسوس کرتا ہے۔ اس عاشقِ رسولؐ کا نقشہ آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت میر صاحب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور تھے۔ ان کے ذکر سے خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے۔ لیکن یہ کسی تصنع کی بناء پر نہ تھا بلکہ دلی عشق و محبت انکے تمام وجود سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتا تھا۔ آپ کی آواز میں غیر معمولی شوکت اور جوش تھا جو سامعین پر لازوال اثر چھوڑ دیتا۔ یہ حال آپ کی تقاریر اور خطابات کا تھا ؎

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ ان سے ملنے کا کم مگر دیکھنے کا بہت موقع ملا۔ وہ ہمارے محلّہ دارالفتوح میں اپنی الصفہ نامی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ اس محلہ کے پریذیڈنٹ خاکسار کے والد چودھری سربلند خانصاحب تھے۔ ان کی معیت میں ایک دو دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کی آواز میں نرمی اور شفقت کا رنگ جھلکتا تھا۔ حضرت میر صاحب کی اس کوٹھی کے سامنے سے اکثر گزرتے وقت خاکسار کی توجہ آپ کے روحانی اور نورانی چہرہ کی طرف مرکوز ہو جاتی کیونکہ آپ اس کوٹھی کی ڈیوڑھی میں بیٹھ کر محوِ مطالعہ ہوتے۔

1944ء کا سال جماعت احمدیہ کیلئے بہت اہم سال ہے۔ یہی وہ سال ہے کہ جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اپنے آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصلح موعود کے متعلق اہم پیشگوئی کا مصداق ہونے کا اعلان فرمایا۔ نیز یہی وہ سال ہے کہ جس میں سلسلہ کی دو بزرگ ہستیاں یعنی حضرت امِّ طاہر صاحبہ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب چند دن کے وقفہ سے وفات پا گئے۔ ان دونوں کا وجود جماعت کے مردوزن کی تعلیم و تربیت کیلئے بہت مفید تھا۔ ان کے جانے سے جو خلاء پیدا ہوا اسے تمام جماعت نے بڑی شدّت سے محسوس کیا۔ اس لحاظ سے یہ سال جماعت کیلئے عام الحزن سے مشابہت رکھتا ہے۔

17 مارچ بروز جمعۃ المبارک حضرت میر صاحب کی شدید علالت کا اعلان ہوا۔ خاکسار اس زمانہ میں مدرسہ احمدیہ کا طالبعلم تھا اور حضرت میر صاحب اس مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر

تھے۔اس تعلق کی بناء پر خاکسار کے دل پر اسکا گہرا اثر تھا اور خاکسار باب الانوار کے گیسٹ ہاؤس میں جہاں ان دنوں حضرت میر صاحب مقیم تھے ان کو دیکھنے کیلئے پہنچ گیا۔لیکن ہائے صد افسوس کہ اس جمعہ کی شام کو غروب آفتاب سے چند منٹ قبل دنیائے احمدیت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ انتہائی غم اور دکھ کے ساتھ دیگر احباب کی طرح خاکسار نے حضرت میر صاحب کا آخری دیدار کیا مجھے بخوبی یاد ہے کہ حضرت میر صاحب کی نعش مبارک ایک سفید چادر میں ڈھکی ہوئی گیسٹ ہاؤس کے برآمدہ میں رکھی گئی تھی۔تمام لوگ اشکبار آنکھوں کے ساتھ آپ کا دیدار کررہے تھے۔دل اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھا کہ حضرت میر صاحب یوں اچانک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

گیسٹ ہاؤس سے حضرت میر صاحب کے آخری دیدار کے بعد خاکسار نے بجائے گھر جانے کے مسجد دارالفتوح کا رُخ کیا تا کہ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد گھر جاؤں۔مسجد سے کچھ پہلے ایک تنگ گلی میں مجھ سے کچھ فاصلہ پر حضرت میر محمد اسماعیل صاحب مع چند بزرگان جماعت جن میں مکرم محمد اسماعیل پانی پتی صاحب بھی تھے آگے جارہے تھے وہ بھی حضرت میر صاحب کی نعش کے دیدار کے بعد واپس اپنے گھر کی طرف جارہے تھے اور غالباً حضرت میر صاحب کی بیماری اور مناقب کا ذکر کررہے تھے۔آخر میں آپ نے قدرے بلند آواز سے یہ کہا

''میر محمد اسحٰق کی وفات آج جمعہ کے دن ہوئی ہے۔ہمارے والد کی وفات بھی جمعہ کے دن ہوئی (اس سلسلہ میں آپ نے اپنے خاندان کے دیگر بعض بزرگان کا ذکر کیا جن کی وفات جمعہ کے روز ہوئی تھی) اب ہمیں اپنے جمعہ کا انتظار ہے''

حضرت میر صاحب کے یہ الفاظ جو آپ نے چھیاسٹھ برس قبل فرمائے تھے میرے ذہن پر نقش ہوگئے۔اس عجیب توارد پر حیران بھی تھا اور مجھے یہ انتظار بھی رہا کہ کیا واقعی آپ کی وفات جمعہ کے دن ہوگی۔ چنانچہ تقریباً تین سال بعد آپ کی وفات 18 جولائی 1947ء کو بروز جمعۃ المبارک اپنے بھائی کی طرح غروب آفتاب سے چند منٹ قبل ہوئی۔

عجیب امر یہ ہے کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی پیدائش 18 جولائی 1881ء کو ہوئی تھی اور آپ کی وفات ٹھیک چھیاسٹھ برس بعد 18 جولائی 1947ء کو بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔دراصل حضرت میر صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دے دی گئی تھی کہ آپ کی عمر ''اللہ'' کے اعداد کے مطابق ہوگی اور وفات جمعہ کے دن ہوگی۔یہ دونوں باتیں بعینہٖ پوری ہوئیں کیونکہ اللہ کے اعداد چھیاسٹھ بنتے ہیں اور ٹھیک جب آپ اس عمر کو پہنچے آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔حضرت میر صاحب کی ایک خواہش یہ بھی تھی کہ انکی تدفین سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے قریب ہو۔آپ کا یہ دعائیہ مصرعہ ہے ع

مل جائے ایک قبر جوارِ مسیح میں

خدا تعالیٰ نے حضرت میر صاحب کی اس خواہش کو بھی پورا فرما دیا کیونکہ آپ کی وفات تقسیم ملک سے ایک ماہ قبل ہوئی اور اسطرح آپ کی تدفین حضور کے قرب میں قطعہ خاص میں ہوئی۔

☆......☆......☆

کلامِ محمود

قدموں میں اپنے آپ کو مولا کے ڈال تُو
خوف و ہراس غیر کا دل سے نکال تُو

لعل و گہر کے عشق میں دنیا ہے پھنس رہی
تُو اس سے آنکھ موڑ' ہے مولا کا لال تُو

سایہ ہے تیرے سر پہ خدائے جلیل کا
دشمن کے جور و ظلم سے ہے کیوں نڈھال تُو

اے میرے مہربان خُدا! اِک نگاہِ مہر
کانٹا جو میرے دل میں چُبھا ہے نکال تُو

اس لالہ رُخ کے عشق میں مَیں مَستِ حال ہوں
آنکھیں دکھا رہا ہے مجھے لال لال تُو

دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے گند
ہر ہر قدم پہ ہوش سے دامن سنبھال تُو

تیرا جہان وہم ہے میرا جہاں عمل
مَیں مَستِ حال ہوں تو ہے مستِ خیال تُو

”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“ کا عملی اظہار

سیرا لیون کے پچاسویں یوم آزادی کے موقع پر مسجد بیت الحمید لاس اینجلس میں شاندار تقریب کا انعقاد

امام سید شمشاد احمد ناصر، لاس اینجلس، کیلیفورنیا

سیرالیون مغربی افریقہ کے ان خوش قسمت ممالک میں سے ہے جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ مستحکم ہو چکی ہے اور دن رات خدمت انسانیت میں مصروف ہے۔ سیرالیون کو سلطنت برطانیہ کے ماتحت ایک لمبا عرصہ رہنے کے بعد 1961ء میں آزادی حاصل ہوئی۔ اس وقت وہاں پر امیر و مبلغ انچارج جناب مولانا محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری تھے۔

سیرالیون مغربی افریقہ کا ایک اہم ملک ہے۔ جہاں احمدیت کی آواز (بذریعہ لٹریچر) 1915ء میں پہنچی اور سب سے پہلے امام موسیٰ گابر (GABBER) کو قبول حق کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد یہاں فروری 1921ء میں حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کے ہاتھوں دوبارہ احمدیت کا بیج بویا گیا۔ مولوی نذیر احمد (علی) صاحب نے اس بیج کی اپنے خون سے آبیاری کی اور مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری اور ان کے بعد دوسرے مجاہدین تحریک جدید اس کی نشوونما کے لئے مصروف سعی و جدوجہد رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 433 جدید ایڈیشن)

اس وقت سے لے کر اب تک یہاں پر جماعت احمدیہ کی طرف سے متعدد مربیان و مبلغین کرام بھجوائے گئے جنہوں نے اپنی انتھک محنت کے ذریعہ خلافت کی راہنمائی میں وہاں کے باشندوں کی معاشرتی، روحانی، اخلاقی فلاح و بہبود کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہاں پر باقاعدہ پہلے مبلغ مولوی نذیر احمد علی صاحب 1937ء میں "روکوپر" پہنچے۔ سب سے پہلا پرائمری سکول 1939ء میں کھولا گیا۔ 1960ء میں بو میں پہلا سیکنڈری سکول کھولا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ کے 200 پرائمری سکول اور 53 سیکنڈری سکول ملک میں تعلیم کو پھیلا رہے ہیں اور یہ تعلیمی ادارے اپنی حسن کارکردگی میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ جماعت احمدیہ کے قائم کردہ ان سکولوں کے معیار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ملک کے طول و عرض سے آنے والے طلباء ان سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملک میں امتیازی عہدوں پر فائز ہیں اور اس طرح ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

سیرالیون میں جماعت احمدیہ نہ صرف تعلیمی میدان میں یہاں کے لوگوں کی خدمت بجالا رہی ہے بلکہ افراد کی صحت اور علاج معالجہ کے لئے ہسپتال قائم کئے گئے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ علاج کی سہولیات مہیا کی جا سکیں۔ سول وار سے پہلے یہاں پر جماعت کے پانچ ہسپتال تھے، لیکن ملک میں خانہ جنگی کے باعث اب تین ہسپتال کام کر رہے ہیں۔ یہاں جماعت کا ایک ریڈیو سٹیشن بھی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام افریقن ممالک اور دیگر ملکوں کو استحکام بخشے اور انہیں حقیقی اسلام قبول کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(نوٹ: یہ مختصر کوائف خاکسار نے سیرالیون مشن سے حال ہی میں شائع ہونے والے ایک فولڈر سے لئے ہیں)

سیرالیون 26 اور 27 اپریل 1961ء کی درمیانی شب کو آزاد ہوا اور اسی تاریخ کو جشن آزادی منایا جاتا ہے۔ 1961ء میں جشن آزادی کے موقع پر حکومت سیرالیون نے جماعت احمدیہ سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ اس موقع پر اپنے نمائندہ کو بھجوائیں۔ چنانچہ مرکز سے مکرم و محترم شیخ بشیر احمد صاحب (جج ہائی کورٹ پنجاب) بطور نمائندہ تشریف لائے اور مکرم مولانا محمد صدیق شاہد صاحب گورداسپوری امیر و مشنری انچارج سیرالیون کے ساتھ اس تقریب میں شامل ہوئے۔ اس سلسلہ میں سیرالیون کے اس وقت کے نائب وزیر اعظم جناب آنریبل مصطفیٰ سنوسی نے بہت کام کیا۔

سیرالیون میں جماعت احمدیہ کے اس مختصر سے تعارف کے بعد خاکسار اس تقریب کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے جو مسجد بیت الحمید لاس اینجلس میں سیرالیون کے یوم آزادی کے موقع پر منعقد کی گئی۔ اس تقریب کا انعقاد اسلام کی حسین تعلیمات کا منہ بولتا ثبوت اور جماعت احمدیہ کے ماٹو ”محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں“ کا عملی اظہار ہے۔ باوجود عقیدے کی مخالفت اور باہم اختلاف کے جماعت احمدیہ نے یہ تقریب آزادی اپنی مسجد میں منعقد کروائی اور عملی نمونہ سے یہ درس دیا کہ جس طرح ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے باوجود عقائد کے اختلاف کے نجران کے عیسائیوں کے وفد کو مسجد نبوی میں اپنے طریق سے عبادت کا موقع دیا اسی طرح ہماری مساجد بھی ان لوگوں کے لئے کھلی ہیں جو ہمارے ساتھ عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں۔

امریکہ ایسا ملک ہے جس کے مختلف شہروں میں سیرالیون کے باشندے

قیام پذیر ہیں بالخصوص واشنگٹن، میری لینڈ اور لاس اینجلس کے علاقہ میں ان کی کثرت ہے۔ اور ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے سکولوں سے اپنی تعلیم مکمل کی ہے جسے وہ بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

خاکسار کو سیرالیون میں تقریباً چار سال تک خدمت کی سعادت ملی ہے جس وجہ سے یہاں کے لوگوں سے ایک خاص قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ اب بھی میری لینڈ اور لاس اینجلس میں سیرالیونین کمیونٹیز سے رابطہ قائم ہے۔ دو تین مہینے پہلے خاکسار جب واشنگٹن گیا تو سیرالیون کے سفیر سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ سفیر صاحب حال ہی میں امریکہ پہنچے ہیں۔ ان سے قبل جتنے بھی سفیر رہ چکے تھے خاکسار کا ان سب کے ساتھ تعارف ہے۔ موجودہ سفیر صاحب کا نام Hon Bockari Stevens ہے۔ جب میں ان سے ملنے کے لئے گیا تو وہ بہت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور دوران ملاقات جماعت احمدیہ کی تعلیمی وطبی میدان میں خدمات کو بار بار سراہتے رہے۔ خاکسار نے انہیں اس موقعہ پر قرآن مجید مع شارٹ کمنٹری اور کچھ کتب بھی تحفۃً پیش کیں۔ جس پر سفیر صاحب نے خاکسار کو سیرالیون کا جھنڈا تحفہ میں دیا۔

لاس اینجلس کی مسلم کمیونٹی کے ساتھ رابطہ ہونے پر جب میں ان سے ملنے گیا تو میں نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ ہم مسجد بیت الحمید چینو میں سیرالیون کے پچاسویں یوم آزادی کی تقریب منعقد کرتے ہیں۔ اس تجویز پر سب بہت خوش ہوئے چنانچہ اس سلسلہ میں انتظامات کا کام ایک آرگنائزیشن کے سپرد ہوا۔ اس سلسلہ میں 8 مئی کو مسجد بیت الحمید میں ہم نے اس تقریب کا اہتمام کیا قریباً 50 سیرالیونین اپنی فیملیز اور بچوں کو لے کر مسجد پہنچے۔ سٹیج پر آرگنائزیشن کے صدر جناب حمید و حامد صاحب، سیکرٹری مکرم عبدالقاسم صاحب تھے۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر لیسلی کراس صاحب تھے۔ امام مکرم تیجان سیسے صاحب اور میتھوڈسٹ چرچ کے پادری رونلڈ اور خاکسار بھی مہمانان میں شامل تھے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کہ Imam Tejan se say نے بڑی خوبصورت اور عمدہ آواز میں کی۔ مکرم صدر صاحب حمید و حامد صاحب نے استقبالیہ پڑھا اور سیرالیون میں جماعت کی خدمات کو بیان کیا۔ اور مسجد بیت الحمید میں اس اہم اور تاریخی تقریب کے انعقاد پر جماعت کا شکریہ بھی ادا کیا۔ مکرم حمید و حامد صاحب نے پھر خاکسار کا تعارف کرایا اور اس موقعہ پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر سیرالیون اور امریکہ کا جھنڈا بھی لگایا گیا تھا۔

خاکسار نے اپنی تقریر میں سیرالیون کے احباب کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ ایک اہم تاریخی موقع ہے۔ اس موقع پر سیرالیون کے تمام افراد کو جو امریکہ میں مقیم ہیں اپنے ملک کی بھرپور رنگ میں خدمت کا عہد کرنا چاہئے اس طرح وہ اپنے ملک کی تعمیر وترقی میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ اس موقع پر جماعت کی مختصر تاریخ بھی سیرالیون کے حوالہ سے پیش کی اور انہیں اس ملک میں رہتے ہوئے جماعتی خدمات کی پیشکش کی کہ آپ ہمیں بتائیں کہ کس طرح یہاں رہتے ہوئے جماعت احمدیہ آپ کی اور آپ کے بچوں کی خدمت کر سکتی ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے جناب سفیر سیرالیون عزت مآب Mr Bockari Stevens سے فون پر درخواست کی کہ وہ خطاب کریں۔ جناب سفیر صاحب نے فون پر 3، 4 منٹ کا خطاب کیا اور سیرالیون کے لوگوں کو مبارک باد دی اور جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا کہ یہ تقریب بیت الحمید میں منعقد کی جا رہی ہے۔ انہوں نے جماعت کی خدمات جو وہ سیرالیون میں بجالا رہی ہے اس کا بھی تعریفی انداز میں تذکرہ کیا۔ (مکرم سفیر صاحب سے اس سلسلہ میں پروگرام طے کر لیا گیا تھا)

مکرم سفیر صاحب سیرالیون کی تقریر کے بعد خاکسار نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا اور پھر میتھوڈسٹ چرچ کے پادری جناب Rev Reynold صاحب نے تقریر کی اور دعا پڑھی۔ اس موقع کی اہم تقریر کے لئے سیرالیونین آرگنائزیشن نے Dr Leslie Cross سے درخواست کی تھی انہوں نے نصف گھنٹہ کی تقریر میں سیرالیون میں ہونے والے معاشی واقتصادی ترقیات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد سیرالیون اور امریکہ کے قومی ترانے پیش کئے گئے۔

آخر میں خاکسار نے مکرم ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب نائب امیر وصدر جماعت لاس اینجلس ایسٹ اور مکرم عاصم انصاری صاحب صدر جماعت اِن لینڈ ایمپائر کی طرف سے سیرالیون کے مہمانوں کی خدمت میں کتاب "Mosques Around the World" کی ایک ایک کاپی تحفۃً دی جو سب نے بہت پسند کی۔ یہ کتاب مکرم انور محمود خان صاحب نے خلافت جوبلی کے موقع پر تیار کی تھی۔ سیکرٹری عبدالقاسم صاحب اور دیگر احباب نے جماعت کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی کہا کہ ہمیں اپنے بچوں کو نماز سکھانے کے لئے دینی کتابیں چاہئیں۔ چنانچہ سب حاضرین کو کتاب "Muslim Prayer" تحفہ میں دی گئی۔ احباب نے بہت سا لٹریچر بھی اس موقع پر لیا۔ مثلاً Muslim For Peace، اور Muslim for Loyalty اور اسلام و احمدیت کے متعلق تعارفی لٹریچر ان کو دیا گیا۔ دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اس موقع پر جماعت کی طرف سے سب حاضرین کی خدمت میں کھانا بھی پیش کیا گیا جو مکرم محمد نعیم جمیل صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ نے سب کے لئے بنایا تھا۔ خدام الاحمدیہ نے بھی محنت کے ساتھ سب انتظامات کئے۔ اس تقریب کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ جماعت کے دوستوں نے سیرالیونین دوستوں کے فون نمبر اور ایڈریسز لے لئے تا کہ آئندہ بھی رابطہ قائم رکھا جا سکے۔ اب اس قسم کی ایک اور تقریب مسجد بیت الرحمان میری لینڈ میں بھی منعقد ہو گی۔ انشاءاللہ العزیز۔ اس کے لئے محترم سفیر صاحب سے بھی شامل ہونے کی درخواست کی گئی ہے جو انہوں نے منظور کر لی ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بابرکت فرمائے۔ آمین۔

شکر کا سجدہ

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد
arshimalik50@hotmail.com

اک نعمتِ انمول و گراں ، شکر کا سجدہ
ہے عجز کا بھرپور نشاں ، شکر کا سجدہ
آفات و مصائب سے بچاتا ہے بشر کو
دنیا میں فقط جائے اماں ، شکر کا سجدہ
بارانِ کرم اس کے سبب سے ہے برستا
ہر فضل کی تہہ میں ہے نہا ں ، شکر کا سجدہ
ہو جاتے ہیں اعضاء سبھی انساں کے مؤدب
کر دے جو ادا عضوِ زباں ، شکر کا سجدہ
ہر نعمتِ ربی کو جکڑنے کا ہے پھندہ
کیا چیز ہے بے ریب و گماں ، شکر کا سجدہ
خود اپنی ذہانت پہ بہت لوگ ہیں نازاں
ہر شخص کی قسمت میں کہاں ، شکر کا سجدہ
آفاتِ مسلسل میں ہے جکڑی ہوئی دنیا
کرتے نہیں کیا پیر و جواں ، شکر کا سجدہ
نعمت کی ہے پہچان نہ منعم کی خبر ہے
کرنے کو تو کرتا ہے جہاں ، شکر کا سجدہ
ہر آن رہے وردِ زباں کلمہء الحمد
ہر لحظہ کرو گریہ کناں ، شکر کا سجدہ
جو شکر کے مضمون کو سمجھے وہ موحّد
مومن کے لئے مثلِ اذاں ، شکر کا سجدہ
منعم ہے خدا اور وسائل ہیں مسخر
اس راز کی ہے شرحِ بیاں ، شکر کا سجدہ
نعمت کو بڑھاتی ہے سدا شکر کی توفیق
اس نہر کو کرتا ہے رواں ، شکر کا سجدہ
ہر سال ہی ہم عالمی بیعت کے معاً بعد
کرتے ہیں بصد آہ و فغاں ، شکر کا سجدہ
آفت ہے وہ نعمت جو کرے دور خدا سے
بے کار وہ سر جس پہ گراں ، شکر کا سجدہ
بخشش پہ برانگیختہ کرتا ہے خدا کو
بن جاتا ہے فضلوں کا نشاں ، شکر کا سجدہ
دیتا ہے رسائی ہمیں دربارِ خدا تک
اک زینہء برقی سا رواں ، شکر کا سجدہ
اللہ کی دہلیز پہ ہے اُڑ کے پہنچتا
ہوتا ہے جو لفظوں میں بیاں ، شکر کا سجدہ
مشامِ دل و جان کو کرتا ہے معطر
کھلتے ہوئے پھولوں کی دُکاں ، شکر کا سجدہ
ہر سمت سے سنتی ہے بہاروں کے ترانے
کرتی ہے جو بے برگ خزاں ، شکر کا سجدہ
آنکھوں کو عطا جس سے ہوں انوار وہ سُرمہ
ہاں دور کرے دُھند و دھوآں ، شکر کا سجدہ
اک آن میں کاٹے یہ رگِ شرک و جہالت
مومن کی تو ہے تیغِ بُراں ، شکر کا سجدہ
اللہ کے عشاق کی کیا بات ہے عرشی
کرتے ہیں ادا نوکِ سناں ، شکر کا سجدہ

In the name of Allah, the Gracious, the Merciful

VAKALAT-E-TASNEEF

"Islamabad" 2 Sheephatch Lane. Tilford, Farnham, Surrey GU10 2AQ UK
Tel: 01252 783823 Fax: 01252 781028

Ref. AVT-6038 Date: June 09, 2011

مکرم ومحترم امیر صاحب / مبلغ انچارج صاحب / صدر صاحب جماعت

سرکلر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے خیریت ہوگی۔ چند سال قبل ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سیٹ جو دس جلدوں پر مشتمل تھا کو پانچ جلدوں کے سیٹ کی صورت میں پاکستان سے اور پھر ہندوستان سے طبع کیا گیا تھا۔ یہ بات سامنے آئی ہے کہ بعض ادارہ جات اور احباب کی طرف سے اس پانچ جلدوں والے سیٹ کا حوالہ دیتے ہوئے اسے "جدید ایڈیشن" وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اس سیٹ کی جلدوں کا حوالہ دیتے ہوئے ایڈیشن 2003ء یا مطبوعہ 2003ء (یا جو بھی سن طباعت ہو) لکھا جایا کرے۔ یہی ہدایت ان تمام کتب کے ایڈیشنوں کے بارہ میں ہے جو ملفوظات کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے سیٹ کی صورت میں یا علیحدہ کتاب کے Reprint کی صورت میں طبع ہو چکی ہیں یا آئندہ طبع ہوں گی۔
جماعتی گزٹ / اخبار میں بھی یہ ہدایت طبع کروا کر مطلع فرمائیں۔

براہ کرم مختلف متعلقہ دفاتر و ادارہ جات کو اطلاع دیکر ممنون فرمادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

1. نقل بہ مکرم ومحترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب
2. ,, : بخدمت مکرم ومحترم وکیل اعلیٰ صاحب ربوہ
3. ,, مکرم ومحترم صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ ربوہ
4. ,, مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ قادیان بتوسط مکرم ومحترم انچارج صاحب انڈیا ڈیسک لندن
5. ,, مکرم ومحترم ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب لندن
6. ,, مکرم ومحترم ایڈیشنل وکیل الاشاعت صاحب لندن
7. ,, مکرم ومحترم ایڈیٹر صاحب روزنامہ "الفضل" ربوہ
8. ,, مکرم ومحترم مدیر اعلیٰ صاحب الفضل انٹرنیشنل لندن

والسلام
خاکسار
منیر الدین شمس
ایڈیشنل وکیل التصنیف
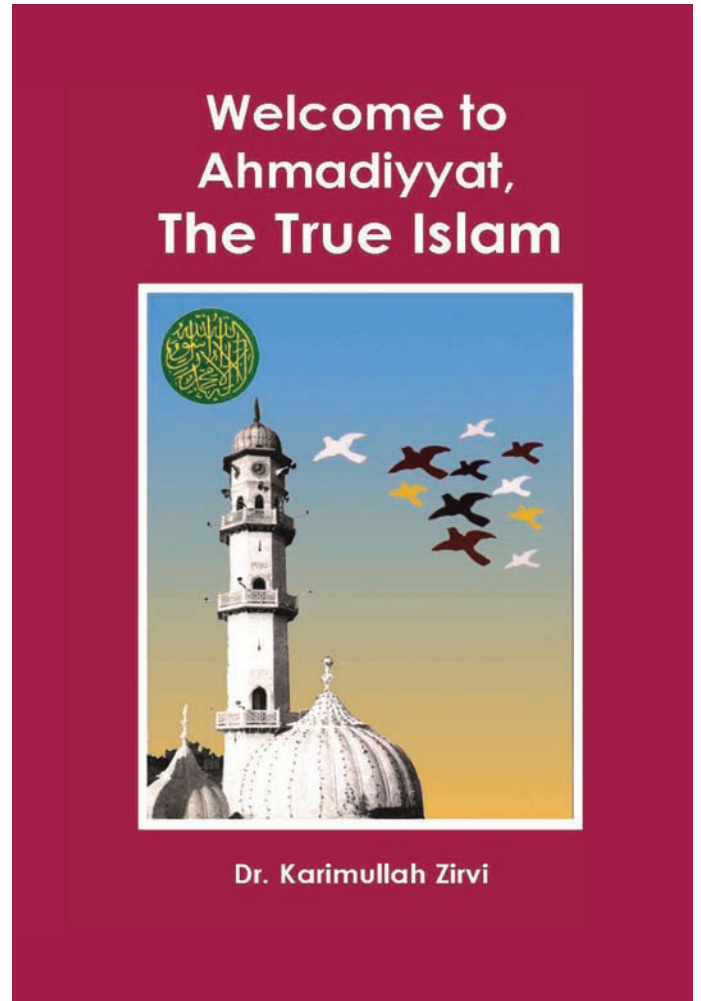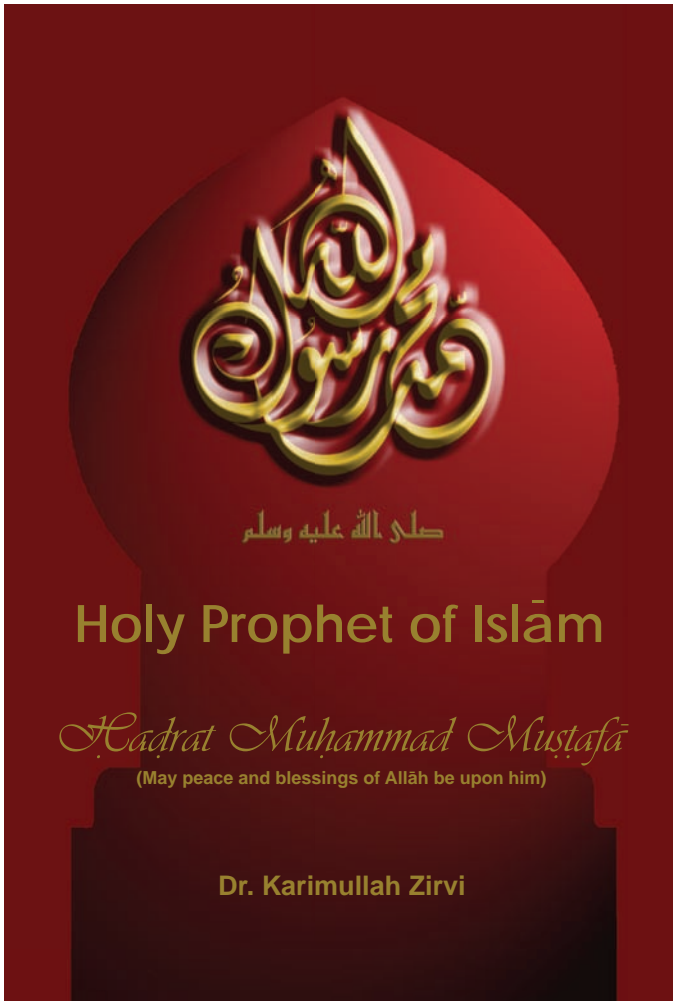
Recently Published Books